تفسیر ابن کثیر اردو

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اسی سے ماخوذ ہیں

پارہ ۱۲ جزء ۱۳

مصنفہ

علامہ ابنِ کثیر

ترجمہ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دار العلوم دیوبند

ابن

حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رح

کشمیری محدث دار العلوم

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

طبع اوّل .... ایک ہزار
طبع دوم .... ایک ہزار
طبع سوم .... ایک ہزار
طبع چہارم .... ایک ہزار

مطبوعہ .... آزاد پریس دیوبند

ہدیہ .... چار روپے

فہرست مضامین

تمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجزء الثانی عشر

تفسیر ابن کثیر کا بارھواں پارہ وما من دآبۃ

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ

اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ　　اس کی روزی

رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا ؕ کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ⑥

اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب چیزیں کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (لکھی منضبط اور مندرج ہیں)

خدا رزاق

اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات جو چھوٹی بڑی، خشکی و تری میں ہیں اُن سب کے رزق کا ذمہ دار ہے، وہی اُن کے چلنے پھرنے، آنے جانے اور ٹھیرنے، رہنے سہنے اور جائے موت اور رحم میں رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم رحمہ نے اس جگہ مفسرین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ تمام ماجرا اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لکھا ہوا ہے۔ اور وہی کتاب اُس کی تفصیل بیان کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ الخ۔ روئے زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے جو اپنے پروں سے اُڑتے ہیں۔ سب کے سب تمہاری جیسی ہی اُمتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی یہ سب کے سب اپنے رب کی طرف اکھٹے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ الخ یعنی غیب کی کنجیاں بھی اُسی کے پاس ہیں۔ اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا جو کچھ دریا اور جنگل میں ہے اُسے بھی وہی جانتا ہے اور جو پتہ جھڑتا ہے اُس کے علم میں ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور تر و خشک میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اُس کے علم میں نہ ہو۔

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے　کہ سب آسمان　اور زمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

تاکہ تم کو آزمادے کہ (دیکھیں) تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد (قیامت کے دن دوبارہ) زندہ کئے جاؤ گے

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿٧﴾ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

تو (ان میں) جو لوگ کافر ہیں وہ (قرآن کی نسبت جس میں بعثت کی خبر ہے) کہتے ہیں کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔ اور اگر تھوڑے دنوں تک (مراد دنیوی زندگی ہے) ہم ان سے عذاب موعود

إِلَىٰ أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ

کو ملتوی رکھتے ہیں (کہ اس میں حکمتیں ہیں) تو بطور (انکار و استہزا کے) کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے یاد رکھو جس دن (وقت موعود) وہ (عذاب)

ع مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨﴾

ٹالے نہ ٹلے گا اور جس (عذاب) کے ساتھ یہ استہزا کر رہے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا۔

خدا قادرِ مطلق

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو تمیم تم خوش خبری قبول کرو انھوں نے کہا خوش خبریاں تو آپ نے سُنا دیں۔ اب کچھ دلوایئے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انھوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سُنایئے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ راوی حدیث حضرت عمران رضی کہتے ہیں حضور نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آکر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی۔ میں اسے ڈھونڈھنے چلا گیا۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا بات ہوئی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر۔ میں تجھے اور دوں گا۔ اور فرمایا اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اب تک کتنا کچھ خرچ کیا ہوگا لیکن تاہم اس کے ..... ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا اس کا عرش پانی پر تھا اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکاتا ہے اور اونچی کرتا ہے۔ مسند میں ہے ابو رزین لقیط بن عامر بن منتفق عقیلی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا عما میں نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا۔ پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا۔ یہ روایت ترمذی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ امام ترمذی رح اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہد رح کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنے سے پہلے عرش خداوندی پانی پر تھا۔ وہب ضمرہ قتادہ ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتدائے مخلوق کس طرح ہوئی۔ ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے۔ نصف عرش کے نیچے یہی بحر مسجور ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے سعد طائی فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا اس لئے کہ کچھ نہ تھا صرف پانی تھا اس پر عرش تھا عرش پر خداوند ذوالجلال والاکرام ذوالعزت والسلطان ذوالملک والقدرۃ ذوالعلم والرحمۃ والنعمۃ تھا جو جا ہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا۔ آپ نے فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔ پھر فرماتا ہے آسمان و زمین کی پیدائش تمھارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بیکار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کی ویل ہے اور آیت میں ہے أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا الخ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمھیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟

اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے الخ وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بیکار اور غارت ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ انھیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی جینے والے ہو جس خدا نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہدیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گذرا اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گذرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول بار کے بہت ہی آسان ہے۔ فرمان خدا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ۔ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر اور بھی آسان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تم سب کا پیدا کرنا اور مار کر جلا دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا۔ لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر و عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرنے لگتے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے مؤخر کر دیں تو یہ اسے نہ آنے والا جان کر جلدی مچانے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے مؤخر کیوں ہو گیا؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ اُمّت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے اس سے مراد مدت بھی ہے۔ اس آیت کے اور آیت وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ جو سورۂ یوسف میں ہے کے یہی معنی ہیں امام و مقتدیٰ کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے حضرت ابراہیم ؑ کے بارے میں اُمَّةً قَانِتًا الخ آیا ہے۔ ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے جیسے مشرکوں کا قول اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً والی آیت میں اور آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ میں اور آیت وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ میں۔ ان آیتوں میں امت سے مراد کافر مومن سب اُمتی ہیں جیسے مسلم کی حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس اُمت کا جو یہودی نصرانی میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے ہاں تابعدار امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ والی آیت میں۔ صحیح حدیث میں ہے۔ میں کہوں گا اُمتی اُمتی۔ اسی طرح اُمت کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے آیت وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ میں ہے اور جیسے آیت مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ الآیۃ میں۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ﴿١﴾

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو (ایسا اتراتا ہے کہ) کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا (اب بھی

فَخُوْرٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿٣﴾

شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے ایسے لوگوں کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

انسان ناشکرا اتراتا ہے

سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ خدا سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔ یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے کہ اگر سختی کے بعد آسانی ہو گئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا اپنی حالت پر اور اپنے پاس کی چیزوں پر مست و بیفکر ہو جاتے ہیں دوسروں کے مقابلہ میں فخر و ناز کرنے لگتے ہیں۔ اکڑ فوں میں پڑ جاتے ہیں اور آگے کی سختی سے بالکل بے فکر ہو جاتے ہیں۔ ہاں ایمان دار

اس بُری خصلت سے محفوظ ہوتے ہیں وہ دکھ درد میں صبر کرتے ہیں، راحت و آرام میں خدا کی فرماں برداری کرتے ہیں، یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی، کوئی مصیبت، کوئی دُکھ، کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو۔ یہاں تک کہ کانٹا چبھنے پر بھی۔ صحیحین کی اور حدیث میں ہے مومن کے لئے خدائے تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پاکر شکر کرتا ہے اور بھلائی سمیٹتا ہے۔ تکلیف اٹھاکر صبر کرتا ہے نیکی پاتا ہے یہ حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان سورۂ والعصر میں ہے۔ یعنی عصر کے وقت کی قسم تمام انسان نقصان میں ہے سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دینِ حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے ہیں یہی بیان آیت اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا الخ میں ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

شاید آپ (تنگ ہوکر) ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو (کہ وہ تبلیغ ہے) چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہو کہ وہ

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۱۲

کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ (جو ہم سے بھی بولتا چالتا) کیوں نہیں آیا۔ آپ تو (ان کفار کے اعتبار سے) صرف ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر (تو)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ

کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنالیا ہے۔ آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے) تو (اچھا) تم بھی اس

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۱۳ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ

غیر اللہ کو بلا سکو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا (کہ اس کی مثل بنالاؤ) نہ کر سکیں

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۱۴

تو تم (ان سے کہدو کہ اب تو) یقین کرلو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم (اور قدرت) سے اترا ہے اور یہ (بھی یقین کرلو) کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں)۔

آپ اپنا کام کئے جایئے

کافر لوگ جو ان کی زبان پر چڑھتے وہی طعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر توڑتے تو اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دلاسا اور تسلی دیتا ہے کہ آپ نہ اس کام میں سستی کریں نہ دل تنگ ہوں یہ تو ان کا شیوہ ہے کبھی وہ کہتے۔ اگر یہ رسول ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُترا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا؟ مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے ہو لئے جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! آپ ملول خاطر نہ ہوں، آزردہ دل نہ ہوں، اپنے کام سے نہ رکئے انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے دن رات اللہ کی طرف بلاتے رہئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی تکلیف دہ باتیں آپ کو بُری لگتی ہیں۔ آپ توجہ بھی نہ کیجئے ایسا نہ ہو آپ کوئی بات چھوڑ دیں یا تنگ دل ہوکر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازے کستے ہیں، فقرے چست کرتے ہیں۔ اپنے سے پہلے رسولوں کو دیکھئے سب جھٹلائے گئے، ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ مددِ خدا آپہنچی۔ پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بھی نہیں لاسکتی اس لئے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ جیسی اس کی ذات مثال سے پاک، ویسے ہی اس کی صفتیں بھی بے مثال، ناممکن۔ کہ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہوجائے اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا پاک اور منزہ ہے۔ معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہوسکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کرلو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو اور دراصل یہ خدا کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم اس کے حکم احکام اس کے روک ٹوک اس میں ہیں اور ساتھ ہی

مان لو کہ معبودِ برحق صرف وہی ہے۔ بس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ

جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیاتِ دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کو حاصل کرنا) چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے

هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ ۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ

ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۶

اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب (کا سب) ناکارہ (ثابت) ہو گا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ (اب بھی) بے اثر ہے۔

دنیا طلب آخرت سے محروم ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں مل جاتا ہے ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا دکھلاوے کے لئے نماز پڑھے یا روزے رکھے یا تہجد گذاری کرے اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں اتری ہے۔ اور مجاہد کہتے ہیں ریاکاروں کے بارے میں اتری ہے۔ الغرض جس کا جو قصد ہو اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے۔ دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اسے اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ الخ میں بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دیدیتے ہیں۔ پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے جہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوتا ہے۔ ہاں جس کی خواہش آخرت کی ہو اور بالکل اسی کے مطابق اس کا عمل بھی ہو اور ہو بھی وہ ایمان دار تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر دانی کی جاتی ہے۔ انھیں اور انھیں ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں میرے پروردگار کا انعام کسی سے رکا ہوا نہیں۔ تو آپ دیکھ لیں کہ کس طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخش رکھی ہے آخرت کیا باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی اور زبردست چیز ہے اور آیت میں ارشاد ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ الخ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم خود اس میں اس کے لئے برکت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس میں سے کچھ دیدیں لیکن آخرت میں وہ نا نصیب رہ جاتا ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ

کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن کریم پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے اور (ایک) اس سے پہلے

كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ

(یعنی) موسیٰ کی کتاب ہے جو کہ (احکام بتلانے کے اعتبار سے) امام ہے اور رحمت ہے ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور (کافروں کا حال یہ ہے کہ) جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کا انکار

مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۱۷

اس کے وعدہ کی جگہ ہے سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلا شک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے (آئی) ہے لیکن (باوجود ان دلائل کے) بہت سے

خصوصیاتِ مومن

ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو خدا کو ایک اور یکتا دل سے مانتے ہیں جیسے حکم خداوندی ہے کہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا الخ اپنا منہ دین حنیف پر قائم کر دے

اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانی فطرت قائم کی ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں پھر لوگ ان کے کان کاٹ ڈالتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کیا۔ لیکن پھر شیطان آکر انھیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انھیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انھیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل نہیں۔ مسند اور سنن میں ہے کہ ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے الخ۔ پس مومن فطرتِ خدا پر ہی باقی رہتا ہے۔ پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے پھر اس کے پاس خدائی شاہد آتا ہے یعنی شریعت خدا بمعرفت پیغمبر[ف۱] پہنچتی ہے۔ جو شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبرئیل ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا کی رسالت اولاً حضرت جبرئیل لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ علی رضؓ ہیں لیکن وہ قول ضعیف ہے اس کا کوئی قائل ثابت ہی نہیں۔ ٹھیک بات پہلی ہی ہے۔ پس مومن کی فطرت خدا کی وحی سے مل جاتی ہے۔[ف۱] اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلہ کی تصدیق کرتی جاتی ہے۔ پس فطرت سلیم اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم جسے حضرت جبرئیل نے خدا کے نبی کو پہنچایا اور آپ نے اپنی امت کو۔ پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجودہ کتاب موسیٰ یعنی تورات جسے خدا نے اس زمانہ کی امت کے لئے پیشوائی کے قابل بنا کر بھیجا تھا اور جو خدا کی طرف سے رحمت تھی اس پر جن کا پورا ایمان ہے وہ لامحالہ اس نبی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ اُس کتاب نے اس کتاب پر ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصہ کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گروہ جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی کہیں کا ہو کوئی ہو کسی رنگت اور شکل وصورت کا ہو قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جہنمی ہے جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انھیں بھی جنھیں یہ پہنچ جائے اور آیت میں ہے۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں۔ پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے خدا کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک وشبہ نہ کرنا چاہئے۔[ف۲] جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور جگہ ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ یعنی گو تیری خواہش ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوں گے۔ اور آیت میں ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تو تجھے راہ خدا سے بھٹکا دیں گے۔ اور آیت میں ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا اور سوائے مومنوں کی ایک مختصر سی جماعت کے باقی سب سب اسی کے پیچھے لگ گئے۔

ف۱ یعنی ایمان اور وحی میں بڑی گہری مناسبت ہے وحی الٰہی بھی اچھی باتوں کے کرنے اور بری باتوں سے رکنے کا حکم دیتی ہے اور ایمان و فطرت سلیم کا بھی یہی تقاضہ ہوتا ہے تو اس طرح فطرت و وحی میں پورا پورا توافق ہے ۱۲ ف۲ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں کیونکہ معاذ اللہ آپ کے قلب اطہر میں اس طرح کا کوئی شبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا بلکہ روئے سخن بظاہر اس طرف کر کے درحقیقت مراد وہ ہیں جن کا دامن شکوک وشبہات کے کانٹوں میں الجھ رہا ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ

اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ایسے لوگ (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاویں گے اور (اعمال کے) گواہ فرشتے (علی الاعلان)

الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾

یوں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

جو کہ (اپنے کفر و ظلم کے ساتھ) دوسروں کو بھی خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے اور اس (راہ) میں کجی (اور شبہات نکالنے کی) تلاش (اور فکر) میں رہا کرتے تھے (تاکہ دوسروں کو گمراہ...

كَافِرُونَ ﴿١١﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ

منکر تھے یہ لوگ (تمام) زمین (کے تختہ) پر (بھی) خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ان کا

مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ

خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا (کہ بعد گرفتاری کے چھڑا لیتا) ایسوں کو (اوروں سے) دونی سزا ہوگی یہ لوگ سن نہ سکتے

السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿١٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

تھے اور نہ (غایت عناد سے راہ حق کو) دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انھوں نے تراش رکھے تھے (آج) ان سے سب غائب (اور گم)

مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿١٤﴾

ہوگئے (کوئی بھی تو کام نہ آیا بس) لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔

اس سے بڑھکر کونسا ظلم ہوگا

جو لوگ خدا پر بہتان باندھ لیں ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل مؤمن کو اپنے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپالے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ اور فلاں بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے میں دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا رہا۔ سن! آج بھی میں انھیں بخشتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ اسے دیدیا جائے گا اور کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ یاد رہے کہ ان ظالموں پر خدا کی لعنت ہے الخ۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ یہ لوگ اتباع حق سے اور ہدایت کے راستے سے اور جنت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ ٹیڑھا ترچھا ہی تلاش کرتے رہے۔ ساتھ ہی قیامت کے اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے اسے مان کر ہی نہ دیا۔ یاد رہے کہ یہ خدا کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ڈھیل انھیں مل گئی ہے۔ صحیحین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تب پھر چھوڑتا ہی نہیں۔ ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی اس لئے کہ خدا کی دی ہوئی قوتوں سے انھوں نے کام نہ لیا حق کے سننے سے کانوں کو بہرہ رکھا حق کو دیکھنے سے آنکھوں کو اندھا رکھا۔ جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ یعنی اگر سنتے ہوتے، عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخی نہ بنتے۔ یہی فرمان آیت الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ

میں ہے کہ کافروں کو راہِ خدا سے روکنے والوں کو عذاب پر عذاب بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہر ہر حکم عدولی پر ہر ہر برائی کے کام پر سزا بھگتیں گے۔ پس قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروعِ شرع کے مکلف ہیں۔ یہی ہیں وہ جنھوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذراسی دیر بھی ہلکا نہیں ہوگا "آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز تر ہوتے جائیں گے جنھیں انھوں نے گھڑ لیا تھا۔ یعنی بت اور شریکِ خدا وغیرہ وہ آج انھیں کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف انکار کر دیں گے۔ گو یہ انھیں باعثِ عزت سمجھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعثِ ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان مشرکوں نے ان کی پرستش کی ہو۔ یہی ارشاد خلیلِ خدا کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے اپنے دنیوی تعلقات کو تم وابستہ رکھو۔ لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر جائے گا۔ اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے گا۔ اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی کسی کو کچھ مدد نہ پہنچائے گا۔ یہی مضمون آیت اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا الخ میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے، عذابِ الٰہی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں وہ بھی ان کی ہلاکی اور نقصان کی خبر دیتی ہیں۔ یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے جہنم کے گڑھے جنت کے درجوں کے بدلے انھوں نے لئے۔ خدا کی نعمتوں کے بدلے آتشِ جہنم قبول کی۔ میٹھے ٹھنڈے خوش گوار جنتی پانی کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا گرم آگ جیسا پانی انھیں ملا۔ حورعین کے بدلے لہو پیپ اور بلند و بالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انھوں نے لئے۔ خدائے رحمان کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انھیں ملی۔ بیشک یہاں یہ سخت ٹوٹے میں رہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّھِمْ ۙ اُولٰۗىِٕكَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے اچھے کام کئے اور (دل سے) اپنے رب کی طرف جھکے ایسے لوگ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑮ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ

اہلِ جنت ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ دونوں فریق (مذکورین یعنی مومن و کافر) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو اندھا بھی اور بہرا بھی

ع ۲ ۱۶ ۲ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ⑯

اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو (اس کو سمجھنا بہت آسان ہے) کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں۔ کیا تم (اس تفاوت کو) سمجھتے نہیں۔

ایک مثال

بُروں کے ذکر کے بعد اب بھلوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے دل ایمان والے، جن کے اعضا فرماں برداری کرنے والے تھے قول و فعل سے فرمانِ خدا بجا لانے والے اور نافرمانیٔ رب سے بچنے والے تھے۔ یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند و بالا خانے، بچھے بچھائے سجے سجائے تخت، جھکے ہوئے خوشوں اور میووں کے درخت، ابھرے ابھرے فرش، خوبصورت بیویاں، قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل، حسبِ منشا کھانے، لذیذ مشروبات اور سب سے بڑھ کر دیدارِ خداوندی۔ یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے ہمیشہ ہوں گی، نہ انھیں موت آئے، نہ بڑھاپا، نہ بیماری، نہ غفلت، نہ پاخانہ، نہ پیشاب، نہ تھوک، نہ ناک، مشک کا سا پسینہ آیا۔ اور غذا ہضم۔ پہلے بیان کردہ کافر شقی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بینا اور سنتے میں ہے کافر دنیا میں حق کو دیکھنے سے اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی خیر کی طرف راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو خدائے تعالیٰ انھیں ضرور سناتا۔ ان کے برخلاف مومن سمجھدار ذکی عاقل عالم دیکھتا بھالتا، سوچتا سمجھتا، حق و باطل میں تمیز کرتا، بھلائی لے لیتا، برائی چھوڑ دیتا، دلیل اور شبہ میں فرق

ف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فروعات و جزئیات کے سلسلہ میں کفار کو مخاطب تسلیم نہیں کرتے ۱۲ ✤

کرلیتا پس باطل سے بچتا، حق کو مانتا۔ بتلائیے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں جانتے۔ ارشاد ہے لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الخ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوتے۔ جنتی تو بالکل کامیاب ہیں۔ اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھتا برابر نہیں اندھیریاں اور اُجالا برابر نہیں، سایہ اور دھوپ برابر نہیں۔ زندے اور مُردے برابر نہیں فرمایا اللہ تو جسے چاہے سُنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سُنا نہیں سکتا تو تو صرف آگاہ کرنے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ہر ہر اُمت میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا

اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو میں تم کو (درصورت عبادت غیر اللہ کے)

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

صاف صاف ڈراتا ہوں۔ میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں)

قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا

کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اپنا ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انھیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے)

بَادِىَ الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۳﴾

پھر (وہ اتباع) بھی محض سرسری رائے سے۔ اور ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں

مسلسل تبلیغ

سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بُت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں عذاب خدا سے ڈرانے آیا ہوں۔ اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذاب میں پھنسو گے۔ دیکھو تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن دردناک سخت عذاب کا تم پر خوف ہے۔ اس پر قوم کے کافروں کے رؤسا اور امرا بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں ہم ہی جیسے انسان ہیں پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئے ہیں کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا۔ اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی مجلس میں آ بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو۔ تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خلق و خُلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو۔ نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تمہیں دار آخرت کے دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی ذرا اس بیہودگی کو دیکھئے اگر حق کے قبول کرنے والے نیچے درجہ کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے شانِ حق گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ گو وہ مسکین مفلس ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں پڑھانے لگتے ہیں۔ فرمانِ قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاء آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو ان ہی کی راہ پر چلتے رہیں گے۔ شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا؟ بلکہ ہر عقلمند کا کام یہی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت

اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور غباوت ہے اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابو بکر (رض) کے کہ انھوں نے کوئی تردد و تامل نہ کیا واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔ ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے یہ بھی ان کی حماقت کی وجہ سے ہے ان کی اگر آنکھیں اور کان نہ ہوں اور موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفتری خالی ہاتھ رذیل اور نقصان والے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں جس سے میری نبوت ثابت ہوتی ہو) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوت)

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝۲۸

بخشی ہو پھر وہ (نبوت یا اس کی حجت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم اس (دعویٰ یا دلیل) کو تمہارے سر مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔

نوح علیہ السلام کا جواب

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ سچی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آچکی ہے بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی تم اسے نہ دیکھ سکے۔ نہ تم نے اس کی قدر کی نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دیدیئے اور اسے جھٹلانے لگے۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

اور (اتنی بات اور زائد فرمائی کہ) اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ پر) کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور میں تو ان ایمان والوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

نکالتا نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ) جہالت کر رہے ہو (اور بیہودہ مطالبہ)

تَجْـهَلُوْنَ ۝۲۹ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰

کر رہے ہو)۔ اور (بالفرض و التقدیر) اگر میں ان کو بھی دور دوں تو (یہ بتلاؤ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچانے گا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

ایک حقیقت

آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ نصیحت تمہیں کر رہا ہوں جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا؟ میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دیدوں مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہو گا۔ یہی مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں یہ آیت اتری وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ الخ یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الخ اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزما لیا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ کر فضل خدا نازل ہوا۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو نہیں جانتا؟

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری

لَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَن يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ ۖ إِنِّي إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ (٧)

نگاہوں میں حقیر ہیں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ثواب دیگا انکے دل میں جو کچھ ہو اسکو اللہ ہی خوب جانتا ہے میں تو (اگر ایسی بات کہدوں تو) اس

کچھ اور حقائق

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں، اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت اور توحید کی طرف اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مُراد تم سے مال سمیٹنا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے جو قبول کرے گا نجات پائے گا۔ خدا کے خزانوں میں تصرف کا مجھ کو کوئی اختیار نہیں، میں غیب نہیں جانتا۔ ہاں جو بات اللہ مجھے معلوم کرا دے معلوم ہو جاتی ہے، میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید خدا کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے۔ جنھیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انھیں خدا کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں۔ اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایمان دار ہیں تو انھیں خدا کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی بُرائی کو کہے اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (٨)

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو (اب ہم بحث وحرث نہیں کرتے) جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آجاویگا) وہ ہمارے سامنے

قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللَّهُ إِن شَاءَ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ (٩) وَلَا يَنفَعُكُمْ نُصْحِي

انھوں نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاویگا اور (اس وقت پھر) تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے اور میری خیرخواہی تمہارے کام نہیں آسکتی

إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (١٠)

گو میں تمہاری کیسی ہی خیرخواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو　وہی تمہارا مالک ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

شقاوت کی انتہا اور بدقسمتی کا خوفناک مظاہرہ

قوم نوح کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے بس حجتیں تو ہم نے بہت سی سُن لیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کریں گے۔ اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لے آ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں خدا کے ہاتھ ہے، اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے　متصرف حاکم عادل غیر ظالم حکم کا اور کا مالک، (ابتداء پیدا کرنے والا پھر لوٹانے والا دنیا و آخرت کا تنہا مالک وہی ہے ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ (١١)　ع ۳ / ۱۱

کیا، لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نعوذ باللہ) یہ قرآن تراش لیا ہے آپ (جواب میں) فرما دیجئے اگر (بالفرض) میں نے تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر (عاید)

جواب

یہ درمیانی کلام اس قصّہ کے بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ خدا کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں خدا پر جھوٹ افترا گھڑ لوں۔ ہاں اپنے گناہوں کے ذمّہ دار تم خود ہو۔

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ

اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو (اس وقت تک) ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لاویگا سو جو کچھ یہ لوگ (کفر و

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ① وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ

اس پر کچھ غم نہ کرو اور تم (اس طوفان سے بچنے کے لئے) ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر لو اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارہ میں گفتگو

ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ② وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ

مت کرنا کیونکہ وہ سب غرق کئے جاویں گے۔ اور وہ کشتی تیار کرنے لگے اور (اثنائے تیاری میں) جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گذر ہوتا

سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ③

تو ان سے ہنسی کرتے۔ آپ فرمانے لگے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۙ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ④

سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دیگا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

طوفانِ عظیم

قوم نوح نے جب عذاب کی جلدی مچائی تو آپ نے خدا سے دعا کی کہ خدایا زمین پر کسی کافر کو رہتا بستا نہ چھوڑ[ؔ] پروردگار میں عاجز آگیا ہوں تو میری مدد کر اسی وقت وحی آئی کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے سامنے ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اب ظالموں کے بارہ میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف کہتے ہیں حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنا لو اس میں ایک سو سال گذر گئے پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے ایک قول ہے چالیس سال لگے واللہ اعلم۔ امام محمد بن اسحاق توراۃ سے نقل کرتے ہیں ساگ کی لکڑی سے یہ کشتی تیار ہوئی۔ اس کا طول اسی ہاتھ تھا اور عرض پچاس ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا۔ پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے قتادہؒ کا قول ہے کہ لمبائی تین سو ہاتھ کی تھی۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی۔ واللہ اعلم۔ اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا سب سے نیچے کے حصہ میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصہ میں انسان تھے۔ اوپر کے حصہ میں پرندے تھے۔ دروازہ خوب لمبا چوڑا تھا اور اوپر سے بالکل بند تھا۔ ابن جریرؒ نے ایک غریب اثر عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسٰی بن مریم سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم خدا کسی ایسے مردے کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں آپ انھیں لے کر چلے ایک ٹیلہ پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پنڈلی ہے۔ حام بن نوح کی پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو اسی وقت ایک بڈھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہو گئی اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا حضرت نوحؑ کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو اس نے کہا وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی۔ تین درجوں کی تھی۔ ایک میں جانور اور چوپائے تھے دوسرے میں انسان۔ تیسرے میں پرند۔ جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دُم ہلاؤ۔ اس کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر نر مادہ نکل آئے اور وہ میلا کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرقِ آب ہونے کا علم کیسے ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ انھوں نے

ف یہ بددعا خدا تعالیٰ ہی کے حکم پر تھی خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ امت پر اس وقت تک عذاب نہیں آتا تاوقتیکہ اس امت کے نبی سے بھی امت کے حق میں بددعا نہ کرائی جائے گویا کہ ضابطہ کے طور پر نبی کی طرف سے بھی اس قوم سے مایوسی کا اعلان کر دیا جاتا ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کوّے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ لاش پر بیٹھ گیا' دیر تک نہ آیا۔ آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی۔ اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے معلوم ہوگیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔ آپ نے اس کی گردن میں خضرہ کا طوق ڈالدیا اور اس کے لئے امن و اُنس کی دعا کی۔ بس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔ حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہؑ آپ انھیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیسے آسکتا ہے جبکہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہوجا۔ وہ اسی وقت مٹی ہوگیا۔ نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے۔ اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا۔ وہ چلتے پھرتے انھیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعن کرتے کیونکہ انھیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انھیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے اچھا دل خوش کرلو وقت آرہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لیا جائیگا ابھی جان لوگے کہ کون عذاب خدا سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آ چمٹتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ٹلے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

یہاں تک کہ (جب ہمارا) حکم (عذاب کا قریب) آپہنچا اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا ہم نے (نوح علیہ سے) فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو۔

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ⑤

اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھالو) باستثنا اُسکے جس پر (غرق ہونیکا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور (گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے۔

جوش و خروش

حسب فرمانِ خداوندی آسمان سے موسلادھار ..... بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی اُبلنے لگا اور ساری زمین پانی سے پُر ہوگئی۔ اور جہاں تک منظورِ خدا تھا پانی بھر گیا اور حضرت نوحؑ کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کردیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ تنور کے اُبلنے سے بقول ابن عباسؓ یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی اُبل پڑا۔ یہی قول جمہور سلف و خلف کا ہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک۔ لیکن زیادہ ظاہر پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی کہتے ہیں یہ تنور کوفہ میں تھا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہند میں ایک نہر ہے۔ قتادہ رح کہتے ہیں۔ جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو حکمِ خدا ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق کی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرالو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دُم میں لٹک گیا جب اس کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آگئے اور اس نے اپنا پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اُٹھ سکا کیونکہ دُم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوحؑ جلدی کر رہے تھے یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے آخر آپ نے فرمایا آجا گو تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لیجانا مشکل ہوپڑا آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کرلیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کرلئے تو لوگوں نے کہا کہ شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی کہ یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے تو خدا کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انھیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا یام بھی انہی کافروں میں تھا وہ الگ ہوگیا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ و رسول کی منکر تھی۔ اور تیری قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنی ساتھ بٹھالے لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت

ف یہ روایت نہایت کمزور اور ضعیف ہے ۱۲

میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کل اسی آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہتر شخص تھے۔ ایک قول ہے صرف دس شخص تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوحؑ تھے اور ان کے تین لڑکے تھے۔ سام۔ حام اور یافث اور چار عورتیں تھیں تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی یام کی بیوی۔ اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوحؑ کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي

اور نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (دو) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ (اور کچھ اندیشہ مت کرو کیونکہ) اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا (سب) اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا رب غفور

بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَّا بُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا

ان کو لیکر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے (ایک بیٹے یا سوتیلے بیٹے) کو پکارا اور وہ (کشتی سے) علیحدہ مقام پر تھا کہ میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار

تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَاٰوِي إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِي مِنَ الْمَآءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ

(عقیدہ میں) کافروں کے ساتھ مت ہو۔ وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لونگا جو مجھ کو پانی (میں غرق ہونے) سے بچا لیگا۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی

الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾

بچانیوالا نہیں (نہ پہاڑ نہ کوئی اور چیز) لیکن جس پر وہی رحم کرے۔ اور دونوں (باپ بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ بھی مثل دوسرے کافروں کی غرق ہو گیا

ایمان کے نتیجہ میں خوشگوار امن

حضرت نوحؑ جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھہراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قرأت میں مَجْرٰىهَا وَمَرْسٰىهَا بھی ہے یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ○ اور یہ بھی دعا کرنا کہ رَبِّ اَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ○ اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ کر لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو۔ خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔ جیسے فرمان باری ہے کہ اسی خدا نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کے لئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری لے کر الخ حدیث میں بھی اس کی تائید اور رغبت آئی ہے۔ سورۂ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ پوری آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اس دعا کے آخر میں خدا کا وصف غفور و رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلہ میں مؤمنوں پر رحمت و شفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور و رحیم بھی ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت و انتقام کا بیان ملا جلا ہے۔ پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی کہ پہاڑوں سے بھی پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے کشتی نوح بحکم خدا برابر صحیح طور پر جاری ہے۔ خود خدا اس کا محافظ ہے اور وہ خاص اس کی عنایت و مہربانی ہے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ الخ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے خود تمہیں کشتی میں چڑھا لیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرا کر اپنی حفاظت سے پار اتارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟ اس وقت حضرت نوحؑ نے اپنے

صاحب زادہ کو بلایا۔ یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے اس کا نام یام تھا یہ کافر تھا اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے۔ مگر اس بدنصیب نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں پہاڑ پر چڑھ کر طوفانِ باراں سے بچ جاؤں گا۔ ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ اس نے شیشے کی کشتی بنائی تھی۔ واللہ اعلم۔ قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچے گا۔ میں جب جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا بگاڑے گا۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الٰہی سے کہیں پناہ نہیں وہی بچے گا جس پر خدا کا رحم ہو۔ یہاں عاصم بمعنی معصوم ہے جیسے طاعم مطعوم کے معنی میں اور کاسی مکسو کے معنی میں آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پسر نوح کو لے ڈوبی۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ

(اور جب کفار سب غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی جو کہ تیری سطح پر موجود ہے) نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا چنانچہ دونوں امر واقع ہو گئے) اور

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۞

اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری　　اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور۔

ظالم و سرکش قوم کا استیصال

روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الٰہی اور مظلوم پیغمبر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رُک جانے کا حکم ہو گیا۔ پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مؤمن ہی بچے۔ کشتی بحکم خدا جودی پر رُکی۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے سب پہاڑ بلاخیز موجوں میں ڈوب کر رہ گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا۔ یہیں کشتیٔ نوح لنگر انداز ہوئی۔ حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اُتر گئے۔ اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سیکڑوں کشتیاں بنیں بگڑیں خاک ہو گئیں۔ ضحاک فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔ بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں زر بن جبیش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر توبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کشتیٔ نوح یہیں لگی تھی۔ ابن عباس رض کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسّی آدمی تھے۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا مُنہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا وہاں وہ ٹھیر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوّے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتا اور پنجوں میں مٹی مل کر واپس آیا اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپ جودی کے نیچے اُترے اور وہیں ایک بستی کی بنا ڈال دی جسے ثمانین کہتے ہیں ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ اسّی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو گیا نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں سکھا دیں آپ ان سب کے درمیان مترجم تھے

ف روایت کے یہ الفاظ بالکل غلط ہیں کیونکہ جن و انس کو چھوڑ کر دنیا کی تمام ہی چیزیں خدا تعالیٰ کے سامنے مطیع و منقاد ہیں اس لئے اس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ بعض پہاڑ سرکش ہوں اور بعض مطیع و منقاد ۱۲ اعلان بلکہ اس دور میں بھی اس کشتی کے اجزا ء پائے گئے جیسا کہ پچھلے دنوں اخبارات میں خبریں آتی رہیں اور تو اور قرآن مجید کے بیان کے مطابق جودی ہی پہاڑ کے متعلق اس طرح کی خبریں آئیں کہ وہاں سے کشتیٔ نوح کے کچھ اجزاء ملے ۱۲ +

ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتیِ نوح مشرق و مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں۔ رجب کی دسویں تاریخ کو مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انھیں لے کر کشتی جودی پر مہینہ بھر تک ٹھیری رہی۔ آخر محرم کے عاشورہ کے دن وہ سب اس میں سے اُترے اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے انھوں نے اس دن روزہ بھی رکھا۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا سے پار اُتارا تھا۔ اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتیِ نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکرِ خدا کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں۔ اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں پس آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے جو آج روزہ سے ہو وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض اجزاء کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو ہلاکت اور رحمتِ خدا سے دُوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قومِ نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچہ کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھیرے آپ نے ایک درخت بویا تھا۔ جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اُڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے۔ آپ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے اُبلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچہ کی ماں جسے اپنے اس بچہ سے غایت درجہ کی محبت تھی وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا تہائی حصّہ پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی دو تہائی تک پہنچی جب وہاں بھی پانی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جاکر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچہ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اُٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا۔ اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچہ کی ماں پر رحم کرتا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ کعب احبار اور مجاہد بن جبیر سے بھی اس بچہ اور اس کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ

(اور جب) نوح (نے) اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب، میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا (یہ) وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ

اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۱۰﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ

احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لا کر نجات پا چکے بلکہ)

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ

درخواست مت کرو جس کا تم کو خبر نہیں میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آئندہ) نادان نہ بن جاؤ (یعنی ایسی) نادانی کی بات ہے)۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں

اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۲﴾

کہ (آئندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور گذشتہ معاف کر دیجئے اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں تو بالکل تباہ

قرابتِ نبی بھی عذابِ خدا سے محفوظ نہ رکھ سکی

یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ تو ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میرے اہل میں سے تھا۔ اور میرے اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن

کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا۔ میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا میں کہہ چکا تھا کہ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ۔ یعنی میرے اہل کو تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے ان ہی میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔

(ف) یہ بھی یاد رہے کہ جن لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے بطن سے نہ تھا۔ بلکہ بدکاری سے تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا۔ یہ دونوں قول غلط ہیں۔ بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔ پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیرے جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں یہی ٹھیک ہے اور یہی قول قابل قبول ہے اس کے سوا اور کوئی توجیہ محض غلطی ہے۔ اللہ کی غیرت اس بات کو قبول ہی نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنھوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر خدائے تعالیٰ کس قدر غضب ناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن نے بیان فرما دی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔ عکرمہ فرماتے ہیں ایک قرأت اِنَّهٗ عَمِلَ عَمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ ہے۔ مسند کی حدیث میں حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھتے سنا ہے اور يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الخ پڑھتے سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ فَخَانَتٰهُمَا کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوحؑ کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ مجنون ہے۔ اور حضرت لوطؑ کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپ کے ہاں آتے اپنی قوم کو خبر کر دیتی پھر آپ نے آیت اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھی حضرت سعید بن جبیرؒ سے جب حضرت نوحؑ کے لڑکے کے بارہ میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خدا سچا ہے اس نے اسے حضرت نوحؑ کا لڑکا فرمایا ہے۔ پس وہ یقیناً حضرت نوحؑ کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا دیکھو خدا فرماتا ہے وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض علماء کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔ ایسا ہی حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے۔ اور یہی ابن جریر کا پسندیدہ ہے اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ

کہا گیا کہ اے نوح (اب جودی پہاڑ سے زمین پر) اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں

وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چند روز عیش دیں گے پھر (آخرت میں) ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی۔

اللہ کی سلامتی میں

کشتی ٹھہری اور خدا کا سلام آپ پر اور آپ کے تمام مؤمن ساتھیوں پر اور ان کی اولاد میں سے قیامت تک جو ایماندار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدہ سے مستفید ہونے اور پھر عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا پس یہ آیت قیامت تک کے مؤمنوں کی سلامتی اور برکت پر اور کافروں کی سزا پر ناطق ہے امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان ختم کرنے کا ارادہ فرما لیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیجی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا اُبلنا بند ہو گیا ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا۔ اور بقول اہل توراۃ ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ کشتی نوحؑ جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے پھر آپ نے کوے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا۔ آپ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی آپ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا شام کو وہ واپس آیا اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے پھر سات دن کے بعد بھیجا اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپ نے سمجھ لیا کہ

زمین بالکل خشک ہو چکی الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اُٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح! ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اُتر آؤ۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ

یہ قصہ (آپ کے اعتبار سے) منجملہ اخبار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس (قصہ) کو اس (ہمارے بتلانے) کے قبل نہ آپ جانتے تھے

مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۴﴾

اور نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے۔

علم غیب کی نفی

قصہ نوح ؑ اور اسی قسم کے گذشتہ واقعات وہ ہیں جو اے رسول آپ کے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم آپ کو ان کی خبر دے رہے ہیں اور آپ لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہے ہیں کہ گویا ان کے ہونے کے وقت وہیں موجود تھے اس سے پہلے نہ تو آپ ہی کو ان کی کوئی خبر تھی نہ آپ کی قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید اس سے سیکھ لئے ہوں بس صاف بات ہے کہ یہ وحی خدا سے معلوم ہوئے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب آپ کو ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و تحمل کرنا چاہئے۔ ہم آپ کی مدد پر ہیں آپ کو اور آپ کے تابعداروں کو ان پر غلبہ دیں گے انجام کے لحاظ سے آپ ہی غالب رہیں گے۔ یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ

غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ① يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ

نہیں۔ تم محض مفتری ہو اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف

إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ② وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ

اس (اللہ) کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو (عدم محض سے) پیدا کیا پھر کیا تم (اسکو) نہیں سمجھتے۔ اور اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ) اور پھر (ایمان

السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ③

تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور (ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی کردیگا (پس ایمان لے آؤ) اور مجرم رہ کر (ایمان سے) اعراض

قصہ ہود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا انھوں نے قوم کو خدا کی توحید کی دعوت دی اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے۔ کہ دنیا و آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانے والا تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں تم استغفار میں لگ جاؤ گذشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور توبہ کرو آئندہ کے لئے گناہوں سے رُک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے۔ اس کی شان کی حفاظت کرتا ہے سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر بر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت و طاقت میں دن دونی رات چوگنی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص استغفار کو لازم پکڑلے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے

کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب خیال میں نہ ہو۔

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں اور ہم آپ کے (مجرد) کہنے سے تو اپنے معبودوں کی عبادت کو چھوڑنے والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح

لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ

آپ کا یقین کرنے والے نہیں۔ (اور) ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں (مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کر دیا ہے۔

قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵﴾ مِنْ دُوْنِهٖ

ہود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں (علی الاعلان) اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی (سن لو اور) گواہ ہو کہ میں ان چیزوں سے (بالکل) بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک (عبادت)

فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۶﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ

سوتم (اور وہ) سب مل کر میرے ساتھ (ہر طرح کا) داؤ گھات کر لو (اور) پھر ذرا مجھ کو مہلت نہ دو میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور

رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷﴾

تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے۔

قوم ہود کی سرکشی

قوم ہود نے اپنے نبی کی نصیحت سُن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں اس کی کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی نہیں سکتے نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انھیں عیب لگاتا ہے اس لئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑی ہے۔ تیری عقل خراب ہو گئی ہے۔ یہ سُن کر اللہ کے نبی نے فرمایا اگر یہی ہے تو سُنو! میں نہ صرف تمھیں ہی بلکہ خدا کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدا کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے سب سے بَری اور بیزار ہوں۔ اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی بلا لو اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔ میرا توکل ذاتِ خدا پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے۔ ناممکن ہے کہ اس کی منشا بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے۔ دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضہ میں اور اس کی ملکیت میں ہیں کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے، وہ صحیح راستہ پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں[1]۔ مؤمن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کو اولاد پر ہوتی ہے، وہ کریم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں توحید خدا کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتلا دیا کہ جب خدا کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھیرا اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھیرے۔ اللہ ان سے پاک ہے۔ ملک تصرف قبضہ اختیار اسی کا ہے۔ سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ

پھر اگر (اس بیان بلیغ کے بعد بھی (تم راہ حق سے) پھرے رہو گے تو میں تو (معذور سمجھا جاؤں گا کیونکہ) جو پیغام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ

[1] یہ عرب کا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب کسی پر کسی کا کامل قبضہ اور ملکیت ثابت کرنا مقصود ہوتی ہے ۱۲ منظر شاہ کشمیری +

وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ⑧ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ

اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے بالیقین میرا رب ہر شے کی نگہداشت کرتا ہے اور (سامان عذاب شروع ہوا سو) جب ہمارا حکم (عذاب کیلئے) پہنچا ہم نے ہود (علیہ السلام)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ⑨ وَتِلْكَ عَادٌ

کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور ان کو دیکھیے کیسی چیز سے بچالیا) ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچالیا اور یہ (جنکا ذکر ہوا) قوم عاد تھی

جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ⑩ وَاُتْبِعُوْا

جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اسکے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم (اور) ضدی تھے اور (ان افعال کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اس دنیا میں

۵ ع ۱۱ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ (۱۱)

بھی لعنت انکے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی (دونوں جہان میں) عاد کو جو کہ ہود (علیہ السلام کی قوم تھی)

روزِ بد

حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا کام تو پورا ہو چکا خدا کی رسالت تمھیں پہنچا چکا۔ اب اگر تم منہ موڑو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر۔ خدا ایسی قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انھیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے میرا رب بندوں پر شاہد ہے ان کے اقوال و افعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا خیر و برکت سے خالی عذاب و سزا سے بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعتِ مسلمین خدا کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے۔ سزاؤں سے بچ گئے۔ سخت عذاب اُن پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنھوں نے خدا کے ساتھ کفر کیا خدا کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو اُن میں ضدی اور سرکش تھے خدا کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدانِ محشر میں سب کے سامنے ان پر لعنتِ خدا ہو گی اور پکار دیا جائیگا کہ عادی خدا کے منکر ہیں۔ حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے۔ ان کی زبانی خدا کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

وَاِلٰي ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس انکے بھائی صالح (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اس نے تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ (۱۱)

زمین (کے مادہ) سے پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا تو تم اپنے گناہ (شرک و کفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ پھر (ایمان لاکر) اسکی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو۔ بیشک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے

صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف خدا کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے قوم کو آپ نے خدا کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے رُکنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے تم سب کے باپ آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمھیں زمین پر بسایا ہے کہ اس میں گذر کر رہے ہو۔ تمھیں اللہ سے استغفار کرنا چاہیے اس کی طرف جھکے رہنا چاہیے۔ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور قبول فرمانے والا ہے۔

ے کیونکہ انبیاء کی تعلیمات توحید و رسالت اور بنیادی چیزوں کے بارے میں مختلف نہیں ہوتیں اس لئے ایک نبی کا انکار گویا کہ تمام ہی انبیاء کی تعلیمات سے انکار ہے ۱۲ انور شاہ +

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم اس کے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت

آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝٢ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ

ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم اس سے منع مت کرو) اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اسکی طرف سے بڑے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے (ہم کو) تردد میں ڈال

إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ

کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو (یہ بتلاؤ کہ) پھر مجھ کو

إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ۝٣

کون بچائے گا　تو تم　سراسر میرا نقصان ہی　کر رہے ہو

صالح علیہ السلام کا جواب

حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی یہ اسی کا تذکرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا اور ہمیں پرانی روش اور باپ دادوں کی چال سے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے کا اہتمام شروع کر دیا۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بڑا بھاری شک و شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں اعلیٰ دلیل پر ہوں میرے پاس رب کی نشانی ہے۔ مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس خدا کی رسالت اور رحمت ہے۔ اب اگر میں تمھیں اس کی دعوت نہ دوں اور خدا کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمھیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے۔ اور خدا کے عذاب سے مجھے بچا سکے۔ میرا ایمان ہے کہ مخلوق میرے کام نہیں آسکتی تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے میرے نقصان کے تم میرا اور کچھ بڑھا نہیں سکتے۔[1]

وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمھارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ

بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝٤ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ

ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آپکڑے سو انھوں نے اس (اونٹنی) کو مار ڈالا تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا (خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن

أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝٥ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ

اور بسر کر لو　یہ ایسا وعدہ ہے　جس میں ذرا جھوٹ نہیں　سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور جو ان کے

آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝٦

ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور اس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا۔ بیشک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے۔

وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝٧

اور ان ظالموں کو ایک نعرے نے آ دبایا　جس سے وہ اپنے گھروں میں　اوندھے پڑے رہ گئے۔

كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِثَمُودَ ۝٨ ع ۶

جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے　خوب سن لو (قوم) ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی۔

[1] یعنی تمھارے ساتھ تعلقات میں سوائے نقصان کے نفع کچھ بھی نہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمود کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورۂ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لیکر آئے اور (آنے کے وقت) انھوں نے سلام کیا ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام

اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ

میں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے۔ سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں

مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۲﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ

خوف زدہ ہوئے۔ وہ فرشتے کہنے لگے ڈرو مت ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارہ کہیں) کھڑی (سن) رہی تھیں

فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۳﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى

پس ہنسیں سو ہم نے ان کو (مکرر) بشارت دی اسحٰق (کے پیدا ہونے) کی اور اسحٰق سے پیچھے یعقوب کی۔ کہنے لگیں ہائے خاک پڑے

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۴﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ

اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں (بیٹھے) ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تم خدا کے کاموں میں

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۵﴾

تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اس خاندان کے لوگوں پر اللہ کی (خاص) رحمت اور اسکی (انواع و اقسام کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی) ہیں بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) تعریف

ملائکۃ اللہ سے خلیل اللہ کی ایک ملاقات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر خدا کی طرف سے آئے ہیں وہ آکر سلام کرتے ہیں آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے کھانا پیش کرتے ہیں بچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا۔ جب دیکھا کہ نووارد مہمانوں کے ہاتھ تو بڑھتے ہی نہیں اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے۔ اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ ہلاکتِ قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورتِ نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا بچھڑا لے کر اسے گرم پتھروں پر سینک کر لا حاضر کیا۔ اور خود بھی ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ رح کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رُکے اور کہنے لگے ابراہیم ہم جب تک کسی کھانے کی قیمت نہ دیدیں کھایا نہیں کرتے آپ نے فرمایا ہاں قیمت دیدیجئے۔ انھوں نے پوچھا کیا قیمت ہے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھکر کھانا شروع کرنا اور کھا کر الحمد للہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے حضرت میکائیلؑ کی طرف دیکھا اور آپس میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ خدائے تعالیٰ انھیں اپنا خلیل بنائے۔ اب بھی جو انھوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گذرنے لگے حضرت سارہ رضؓ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیم ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انھیں بیساختہ ہنسی آگئی۔ حضرت ابراہیم کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھولدیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انھیں ہلاک کریں۔ حضرت سارہؓ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انھیں ایک دوسری خوشخبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمھارے ہاں بچہ ہوگا۔ انھیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پہ عذابِ خدا اتر رہا ہے وہ پوری غفلت میں ہے

الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق کے یہاں یعقوب کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوشخبری سُنائی۔ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سُن کر حضرت سارہ علیہا السلام نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں، بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ امر اللہ میں کیا حیرت تم دونوں کو اس عمر میں ہی خدا بیٹا دے گا۔ گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے۔ لیکن خدا کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے۔ اے نبی کے گھروالو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿٦﴾

پھر جب ابراہیم (ع) کا وہ خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر مل (کر اولاد پیدا ہوگی) تو ہم سے لوط (ع) کی قوم کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ﴿٧﴾ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ

واقعی ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے اے ابراہیم اس بات کو جانے دو تمہارے

قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٨﴾

رب کا حکم (اس کے متعلق) آ چکا ہے اور (اس کے سبب سے) ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا اصرار

مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم کے دل میں جو دہشت ہو گئی تھی ان کا حال کھل جانے پر وہ دُور ہو گئی۔ پھر آپ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوشخبری بھی سُن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تو آپ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سو مؤمن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی۔؟ حضرت جبرئیل اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا؟ فرشتوں نے یہی جواب دیا۔ پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا ہمیں وہاں حضرت لوط کی موجودگی کا علم ہے اسے اور اس کی اہل کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچا لیں گے۔ اب آپ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت ابراہیم م بُردبار، نرم دل اور رقیق القلب تھے۔ اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفات بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم م کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمانِ باری ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضائے خدا نافذ و جاری ہو گئی اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹایا نہ جائے گا۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٩﴾

اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط (ع) کے پاس آئے تو لوط (ع) ان (کے آنے) کی وجہ سے (اپنے) مغموم ہوئے اور (اس وجہ سے) ان کے (آنے کے) سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ

اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے۔ لوط فرمانے لگے کہ اے میری قوم

هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ

یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے (نفس کی کامرانی کے) لئے (اچھی) خاصی ہیں سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو کیا تم میں کوئی بھی

رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿۱۰﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿۱۱﴾

(معقول آدمی اور) بھلامانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی ان (بہو) بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کو تو معلوم ہے (یہاں آنے سے) جو ہمارا مطلب ہے

قوم لوط عذاب کے چکر میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے چلدیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ اَمرد خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔ تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے۔ حضرت لوط ان مہمانوں کو دیکھکر قوم کی حالت سامنے رکھ کر حیران ہو گئے دل ہی دل میں پیچ وتاب کھانے لگے کہ اگر انھیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پاکر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ ان ہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں کیا ہوگا؟۔ قتادہ رحمہ فرماتے ہیں حضرت لوط اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ طبعی شرافت کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام انکار تو نہ کر سکے اور انھیں لے کر گھر چلے۔ راستہ میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ بُرے اور خبیث لوگ اور کہیں کے نہیں ہیں۔ کچھ دور جاکر پھر یہی کہا غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو خدا کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی بُرائی نہ بیان کرے انھیں ہلاک نہ کرنا۔ سدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دوپہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے وہاں حضرت لوط کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں مل گئیں۔ ان سے انھوں نے پوچھا کہ یہاں ہم ٹھیر سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ یہیں رُکئے میں واپس آکر جواب دوں گی۔ انھیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آکر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں ان جیسے میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انھیں ٹھیراؤ ورنہ قوم والے انھیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوط سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھیرایا نہ کرو ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سُنی تو جاکر چپکے سے انھیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات آشکارا ہو گئی۔ اب کیا تھا دوڑے بھاگے آگئے جیسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انھوں نے عادت بنالی تھی اس وقت اللہ کے نبی انھیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدخصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔ بَنَاتِي یعنی میری لڑکیاں۔ اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی اُمت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے کہ اس وقت انھوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے ہے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھیرایا کرو۔ حضرت لوط نے انھیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انھیں سُجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری اُمت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قتادہؒ وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔ امام ابن جریجؒ فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت لوطؑ نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو میرا کہا مانو۔ عورتوں کی طرف رغبت کرو۔ ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ۔ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں میری عزت کا خیال کرو کیا تم میں ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں؟ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں یہاں بھی بَنَاتِكَ یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے۔ پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

وہ فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا۔ فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں

لَن يَصِلُوٓا۟ إِلَيْكَ ۖ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ ٱلَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا ٱمْرَأَتَكَ ۖ

آپ تک (بھی) ہرگز ان کی رسائی نہ ہوگی۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لیکر (یہاں سے) باہر چلے جائیے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں مگر آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے)۔

إِنَّهُۥ مُصِيبُهَا مَآ أَصَابَهُمْ ۚ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ ٱلصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ ٱلصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿۳﴾

اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی۔ ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

قومِ لوط تباہی کے شکنجہ میں

حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انھیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت و طاقت ہوتی یا میرا کنبہ قبیلہ زور دار ہوتا تو میں تمھیں تمھاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے اللہ کی رحمت ہو حضرت لوط علیہ السلام پر کہ وہ زور آور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عزوجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنی قومی ثروت میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی اس افسردگی اور کامل ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے آپ رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جایئے۔ خود ان سب کے پیچھے رہئے اور سیدھے اپنی راہ چلے جایئے۔ قوم والوں کی آہ و پکار پر ان کے چیخنے چلانے پر تمھیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے پھر حضرت لوطؑ کی بیوی کا استثنا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت کی قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی اس لئے کہ خدائی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے ایک قرأت میں اِلَّا امْرَأَتُكَ تاء کے پیش سے بھی ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبر دونوں جائز ہیں ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور اس کا بھی ڈھیر ہو گیا۔ حضرت لوطؑ کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس خبیث قوم کی ہلاکت کا وقت بھی بیان کر دیا کہ صبح ہوتے ہی یہ تباہ ہو جائے گی اور صبح اب بالکل قریب ہے یہ کور باطن آپ کا گھر گھیرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آپہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک رہے تھے جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آزردہ خاطر ہو کر تنگ آ گئے۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منھ پر اپنا پر مارا جس سے اُن کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے انھیں سمجھاتے کہ دیکھو عذاب خدا نہ خریدو مگر انھوں نے خلیل خدا کی بھی نہ مان کر دی۔ یہاں تک کہ عذاب آنے کا وقت آپہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ کو فرمانِ خدا ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انھیں لے کر چلے تو چلتے ہی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ یہ برائی اُن میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمھیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں۔ آہ میں تمھیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے فرشتوں سے کہا دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انھیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمھیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدکاری میں مبتلا ہیں روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بُری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے یاد رکھنا۔ اب عذاب طے

لے تاکہ آپ پیچھے رہ کر دیکھ سکیں کہ مؤمنین میں سے تو کوئی باقی نہیں رہا اور وہ سب اس بستی سے نکل چکے ہیں یا نہیں۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ قوم جس پر خدا تعالیٰ کا عذاب آیا ہو اس کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے اور جو ان کو دیکھتا ہے تو وہ گویا کہ ان سے دلی تعلق رکھتا ہے اور جن کو ان سے نفرت ہے وہ مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تو حضرت لوط علیہ السلام کو حکم تھا کہ وہ دیکھیں کہ کون ان کو دیکھتا ہے اور کون نہیں۔ جو دیکھے گا اس کا حشر اسی معذب قوم کے ساتھ ہوگا چنانچہ لوط علیہ السلام کی بیوی نے دیکھا اور وہ

ہو چلا گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط کے گھر گئے ہر طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انھیں قسمیں دیں نصیحتیں کیں فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بُرے ارادہ سے باز نہ آئے اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی خدا کی جانب سے اجازت مل گئی آپ نے اصلی صورت کا پر کھول دیا۔ آپ کے دو پر ہیں جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں۔ آپ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح کے دانے ہیں جو لؤلؤ ہیں اور آپ کے پاؤں سبزی کی طرح ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے آپ اس دروازہ سے نکل جائیے یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے یہی خدا کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قتادہ سدی وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً

سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا

مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا اور بستیاں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔

آخر کار دنیا اس ناپاک قوم کے وجود سے پاک ہو گئی

سورج کے نکلنے کے وقت عذاب خدا ان پر آگیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پتھر کی مٹی کے ان پر برسنے لگے جو سخت اور وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ سجین سجیل دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے در پے تہ بہ تہ ایک کے بعد دوسرے کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے یہاں شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انھیں سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انھیں زمین پر الٹ دیا ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اکا دکا جو رہ گئے تھے ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں ہر بستی میں ایک ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آکر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا

اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انھوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم صرف اللہ تو کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود بننے کے قابل۔۔۔

ف تیز دوڑنے کے وقت میں ہاتھ کی مٹھیاں بند ہی ہو جاتی ہیں ۱۲ ف لیکن فقہا نے کہا ہے کہ لواطت اتنا شدید اور غلیظ جرم ہے کہ اس کی کوئی سزا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو متعین نہیں کی جا سکتی ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ①

کمی مت کیا کرو کیونکہ میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا۔

ایک اور بد قسمت قوم

عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور ان کا نام مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور ان ہی میں سے تھے اسی لئے اَخَاهُمْ کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیاء کی عادت اور سنت اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرنے کا حکم دیا ساتھ ہی ناپ تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو اور خدا کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمھیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمھاری یہ اچھی حالت بدحالی سے بدل جائے گی۔

وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا

اور اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور (شرک اور نقص حقوق کرکے) زمین میں

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ② بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ③

فساد کرتے ہوئے حد (توحید و عدل) سے مت نکلو اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بچ جائے وہ تمھارے لئے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے (تو مان لو)

لاجواب نصائح

پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل و انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں۔ اور زمین میں فساد اور تباہی مچانے سے منع کرتے ہیں۔ ان میں رہزنی اور ڈاکے مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر آپ نفع اٹھانے سے خدا کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمھارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے بچنے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں رحمت سے حیات ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث و طیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمھیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمھیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہیے۔ نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي

وہ لوگ (یہ تمام نصائح سن کر) کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمھارا (مصنوعی اور دکھاوٹی) تقدس تم کو (ایسی ایسی باتوں کی) تعلیم کر رہا ہے کہ ہم ان چیزوں (کی پرستش) کو چھوڑ دیں جن

أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ④

ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے۔

کیسی بیہودگی

حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ سے مراد یہاں قرأت ہے وہ لوگ از راہِ مذاق کہتے ہیں کہ واہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرأت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں کمی کریں دھریں۔ کسی کو ناپ تول میں کم نہ دیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں واللہ واقعی یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا۔ آپ انھیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حلیم و رشید کہنا از راہ مذاق و حقارت تھا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ

شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت)

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں میں تو اصلاح چاہتا ہوں

مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑤

جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ (عملی اصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (تمام امور میں)

بیزاری کا اعلان

آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے ... دلیل وحجت اور بصیرت پر قائم ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یا رزق حلال۔ یا دونوں۔ میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادے کی کامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے۔ اور اسی کی جانب رجوع توجہ اور جھکنا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے۔ حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے۔ تم آپ کے پاس جاؤ۔ آپ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے۔ اور تمہیں آپ پہچانتے بھی ہیں پس میں اس کے ساتھ چلا اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے وہ مسلمان ہو چکے تھے آپ نے اس سے منہ پھیر لیا وہ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا واللہ اگر آپ نے یہ کہا تو لوگ تو کہتے ہیں کہ تو ہمیں کسی امر کا حکم دیتا ہے اور تو خود اس کا خلاف کرتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی چیز نہیں جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو اور روایت میں ہے کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر حضور ہوا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں آپ نے سمجھا نہیں اس لئے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ حضرت بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکال دی؟ یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمہ ہے ان پر کچھ نہیں اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد میں لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اُس سے اس سے بھی زیادہ دور رہوں۔ اس کی اسناد صحیح ہے حضرت مسروق رح کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کیا آپ بالوں میں بال لگانے کو منع کرتے ہیں؟[1] آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو تو میں نے خدا کے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اور اسے خود کروں۔ حضرت ابو سلیمان ضبی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے رسالے آتے تھے جن میں حکم احکام اور بعض چیزوں کی ممانعت درج ہوتی تھی۔ اور آخر میں یہ ہوا کرتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو خدا کے نیک بندہ[2] نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع ہوتا ہوں۔

[1] عرب میں قاعدہ تھا کہ عورتیں دوسری عورتوں کے بال اپنے سر میں لگا لیتی تھیں مقصود یہ ہو تا کہ بال سر پر زیادہ معلوم ہوں کیونکہ سر کے بال اگر زیادہ ہوں تو یہ عورت کے حسن کا باعث ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ۱۲ [2] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ

اور اے میری قوم میری ضد (اور عداوت) تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسے قوم نوح یا قوم

هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝۶ وَاسْتَغْفِرُوْا

ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں۔ اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ (یعنی شرک و ظلم)

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۷

معاف کراؤ پھر (اطاعت و عبادت کے ساتھ) اس کی طرف متوجہ ہو بلاشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے۔

انتباہ

فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں تم اپنے کفر پر اور اپنے گناہوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے ایسے کاموں کے کرنے والوں کو پہنچا ہے خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانہ میں ہی گذری ہے اور ان کی بستیاں بھی تم سے کچھ دور نہیں پس اے قوم تم اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آگے کے لئے گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنا لیتا ہے۔ ابولیلی کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھامے کھڑا تھا۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا میری قوم کے لوگو! مجھے قتل نہ کرو تم اس طرح تھے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے (مجمع) میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تم کو

لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝۸ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ

سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں۔ شعیب (علیہ السلام) نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ

مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۹

با توقیر ہے۔ اور اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال دیا۔ یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کو (اپنے علم میں) احاطہ کئے ہوئے ہے۔

حماقت کا مظاہرہ

قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی۔ تھے آپ بہت ہی صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے ہی تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تھا۔ بھائیو! تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو خدا کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلہ والے خدا سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو تکلیف پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے۔ افسوس تم نے کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ تمہارے حال احوال جانتا ہے وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

اور اے میری قوم تم (اپنی) حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں (سو) اب جلد ہی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ﴿۳﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا

اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہمارا حکم (عذاب کیلئے) آپہنچا (تو) ہم نے (اس عذاب سے) شعیب علیہ السلام کو

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا

اور جو انکی ہمراہی میں اہل ایمان تھے انکو اپنی عنایت (خاص) سے بچالیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے (کہ وہ جبرئیل تھا) آپکڑا سو اپنے گھروں کے اندر

ع ۸ ۱۲ ۸ فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿۴﴾ كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا بُعْدًا لِمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴿۵﴾

اوندھے گرے رہ گئے (اور مرگئے) جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو (اور عبرت پکڑ لو) مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت

پھر وہ وقت آپہنچا

جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے تو تھک کر فرمایا کہ اچھا تم اپنے طریقہ پر چلے جاؤ میں اپنے طریقہ پر قائم ہوں۔ تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنیوالے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں۔ اور خدا کے نزدیک جھوٹا کون ہے۔ تم منتظر رہو میں بھی انتظار میں ہوں۔ آخرش اُن پر بھی عذاب الٰہی مسلط ہوگیا۔ اس وقت نبی اللہ اور مؤمن بچا دیئے گئے ان پر رحمتِ خدا ہوئی اور ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ جل کر بے حس و حرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی لعنتِ خدا کے محل بنے تھے ویسے ہی یہ بھی ہوگئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور کفر میں اور بدامنی میں ان ہی جیسے تھے۔ اور تھیں بھی یہ دونوں قومیں عرب کی۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿۱﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ

اور ہم نے موسیٰ کو (بھی) اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ لوگ (بھی) فرعون ہی کی رائے پر

فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿۲﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۖ وَ

چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی۔ وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے آگے ہوگا پھر ان (سب) کو دوزخ میں جا اتاریگا اور

بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ ﴿۳﴾ وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ ﴿۴﴾

وہ (دوزخ) بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جاویں گے۔ اور اس دنیا میں بھی لعنت انکے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو انکو دیا گیا۔

فراعنہ مصر کی سرکشی

فرعون سردار قومِ قبط اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انھوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے جس طرح یہاں انھوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انھیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود دگنا عذاب برداشت کریگا یہی حال بڑوں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے وہ کہیں گے بھی کہ خدایا ان ہی لوگوں نے ہمیں بہکایا تو انھیں دونا عذاب کر۔

مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امرأ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انھیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔ اس عذاب آتش پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے قیامت کے دن کی لعنت ملکر ان پر دو لعنتیں پڑگئیں۔ یہ دوسرے لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے اسلئے ان پر دوہری لعنت پڑی

ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ ۖ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿۵﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ

یہ ان (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعضی بستیاں ان میں (اب بھی) قائم ہیں اور بعض کا بالکل خاتمہ ہوگیا

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ

لیکن انھوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ⑥

ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم (عذاب کے لئے) آ پہنچا (کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے) اور اُلٹا اُن کو نقصان پہنچایا۔

کوئی کام نہ آیا

انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشادِ باری ہوتا ہے کہ یہ اُن بستی، والوں کے واقعات ہیں جنھیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انھیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا بلکہ خود انھوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت لے لی اور جن معبودانِ باطل کے سہارے ان کو تھے وہ بر وقت ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انھیں اور غارت کر دیا دونوں جہان کا وبال اُن پر آپڑا۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰي وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ⑦

اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم (و کفر) کیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ اسکی دارو گیر بڑی الم رساں (اور) سخت

ایک ہی قانون

جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجہ کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ المناک اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے کر پھر پکڑنے کے وقت ناگہاں دبا لیتا ہے پھر مہلت نہیں ملتی۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ

ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو وہ (آخرت کا دن) ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی

النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ⑧ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ⑨

جمع کئے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اس کو تھوڑی مدت کے لئے (بعض مصلحتوں سے) ملتوی کئے ہوئے ہیں۔ (پھر)

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ⑩

جس وقت وہ دن آوے گا کوئی شخص بدون خدا کی اجازت کے بات تک (بھی) نہ کر سکے گا پھر (آگے) اُن میں (یہ فرق ہوگا کہ) بعضے تو شقی (یعنی کافر) ہونگے اور بعضے سعید (یعنی مومن) ہونگے

سامانِ عبرت

کافروں کی ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارہ میں کئے ہیں جس دن تمام اول و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے، ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا وہ بڑا بھاری دن ہے تمام فرشتے، تمام رسول، تمام مخلوق حاضر ہوگی۔ حاکم حقیقی عادل کافی انصاف کرے گا قیامت کے قائم ہونے کی دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی، اتنی مدت خاموشی پہ گذرے گی، پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی جس دن قیامت آجائے گی کوئی نہ ہوگا جو بلا اجازتِ خدا لب بھی کھول سکے۔ مگر رحمٰن جسے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے۔ تمام آوازیں خدائے رحمٰن کے سامنے پست ہوں گی۔ صحیحین کی حدیثِ شفاعت میں ہے کہ اس دن صرف رسول ہی بولیں گے۔ اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ خدایا سلامت رکھ، خدایا سلامتی دے۔ مجمعِ محشر میں بہت سے تو بد ہوں گے اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اُترنے پر حضرت عمر رضی پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چل چکا ہے لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کیلئے اسکی پیدائش کی گئی ہے (مسند ابویعلیٰ)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

سو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ پکار پڑی رہے گی (اور) ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۲﴾

جب تک آسمان وزمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ) آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے

جہنم کی ہیبت ناک آوازیں

گدھے کے چیخنے میں جیسے زیر وبم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی چیخیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے وہ ہمیشگی کے محاورہ کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ ہمیشگی والا ہے جب تک آسمان وزمین کو قیام ہے یہ بھی ان کے محاورہ میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ کو ہمیشگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین وآسمان کے بعد دارِ آخرت میں ان کے سوا اور آسمان وزمین ہوگا پس یہاں مراد جنس ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر جنت کا آسمان وزمین ہے۔ اس کے بعد خدا کی منشار کا ذکر ہے جیسے آیت اَلنَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ میں ہے اس استثنار کے بارہ میں بہت سے قول ہیں جنہیں جوزی نے زاد المسیر میں نقل کیا ہے ابن جریر نے خالد بن معدان، ضحاک، قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ استثنار عائد ہے موحد گنہگاروں کی طرف۔ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

اور رہے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جب تک آسمان وزمین

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۳﴾

قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔

فردوس بریں

رسولوں کے تابعدار جنتوں میں رہیں گے جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین وآسمان کی بقاء تک ان کی بھی جنت میں بقاء رہے گی مگر جو خدا چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ پر ہے بقول ضحاک وحسن یہ بھی موحد گنہگاروں کے حق میں ہے وہ کچھ مدت جہنم میں گذار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ ہے عطیۂ خداوندی جو ختم نہ ہوگا۔ نہ گھٹے گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھٹکا نہ گذرے کہ ہمیشگی نہیں جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادہ کی طرف رجوع کیا سب اس کی حکمت وعدل ہے وہ ہر اس کام کو کر گذرتا ہے جس کا ارادہ کرے صحیحین میں ہے کہ موت کو چت کبرے بھیڑے کی صورت میں لایا جائے گا۔ اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ فرما دیا جائے گا کہ جنتیو! ہمیشگی ہے اور موت نہیں اور اے جہنمیو! ہمیشگی ہے موت نہیں۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ

سو (اے مخاطب) جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اس کے بارہ میں ذرا شبہ نہ کرنا یہ لوگ بھی اسی طرح (بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل) عبادت (غیر اللہ کی) کر رہے ہیں جس طرح ان کے قبل ان کے

وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ

اور ہم یقیناً (دنیا میں) ان کا حصہ (عذاب کا) ان کو پورا پورا بے کم وکاست پہنچا دیں گے۔ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی سو اس میں (بھی مثل قرآن کے) اختلاف

فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ①

کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو انکا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں جس نے انکو تردد میں ڈال

وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ②

اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو انکے اعمال (کی جزا) کا پورا پورا حصہ دے گا۔ وہ بالیقین ان کے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

مشرکین کے تمرد سے صرف نظر کیجئے

مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا ان کے پاس بجز باپ دادوں کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انھیں دنیا ہی میں مل جائیں گی آخرت میں سخت عذاب ہی عذاب ہوں گے جو خیر و شر کے وعدے ہیں سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کے عذاب کا مقررہ حصہ انھیں ضرور پہنچے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن پھر لوگوں نے پھوٹ ڈالی کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا۔ پس سابقہ انبیاء کی طرح آپ کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔ کوئی مانے گا کوئی انکار کرے گا۔ چونکہ ہم وقت مقرر کر چکے ہیں چونکہ ہم بغیر حجت پوری کئے عذاب نہیں کیا کرتے اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی ہی انھیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آجاتا۔ کافروں کو خدا کی اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں ان کا شک و شبہ زائل نہیں ہوتا۔ سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس قرأت کو بھی معنی اسی ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③ وَلَا تَرْكَنُوا

تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ

إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ④

طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہوگی

حق پر استقلال کے ساتھ قائم رہیئے

استقامت اور سیدھی راہ پر دوام ہمیشگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک ہی پر کی گئی ہو۔ پروردگار بندوں کے اعمال سے آگاہ ہے۔ مداہنت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو۔ مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ آگ تمھیں چھوئے گی۔ ظالموں کی طرف داری ان کے ظلم پر مدد ہے یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے عذاب خدا ہٹائے؟ اور کون ہے جو اس سے تمھیں بچائے۔؟

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر (یعنی اول و آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں۔ بیشک نیک کام (نامہ اعمال سے) [illegible]

ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ⑤ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ⑥

یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

نیکیاں برائیوں کے اثرات سے محفوظ رکھتی ہیں

ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح اور مغرب کی نماز ہے

قتادہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد ظہر عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز۔ اور بقول مجاہد وغیرہ مغرب و عشاء کی نمازیں۔ نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مسند میں ہے کہ آپ نے پانی منگوایا وضو کی پھر فرمایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے اس کے صبح سے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لیکر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز سے مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لیتا ہے عشاء سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازہ پر ہی نہر جاری ہے اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا؟ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔ مسند احمد میں ہے ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔ بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپ نے جواب دیا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا ہاں جماع نہیں کیا۔ اب میں حاضر ہوں جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں میں برداشت کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا وہ چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی کاش یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا اسے واپس بلالاؤ۔ جب وہ آگیا تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضب ناک ہو۔ لیکن دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کس طرح کی ایذائیں ہیں؟ فرمایا دھوکا اور ظلم۔ سنو! جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے آتش دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی۔ افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم خدا ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ نے فرمایا شاید اس کا خاوند یہاں نہیں ہے؟ اس نے کہا جی ہاں یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر کی طرح فرمایا۔ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت

بیان کی۔ آپ نے فرمایا شاید اس کا خاوند راہِ خدا میں گیا ہوا ہوگا؟ پس قرآنِ کریم کی یہ آیت اُتری تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھکر فرمایا نہیں اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کیلئے عام ہے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر سچے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں وہ اندر گئی۔ میں نے اندر جاکر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور اپنے نفس پر پردہ ڈالے رہ۔ لیکن ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا افسوس تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے تو یہ سُن کر خود کو جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکالی اسی وقت حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر اُترے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ خدا کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دو دفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ پھر جب نماز کھڑی ہوئی اور آپ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا حضور میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے اچھی طرح وضو کیا؟ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار! اب کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ حضرت ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان رضؓ کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر فرمایا ابو عثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو فرمایا اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ پھر فرمایا جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بُرائی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کرلو کہ اسے مٹادے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔ اور حدیث میں ہے جب مجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لیا کر کہ اسے مٹادے میں نے کہا یا رسول اللہ کیا لا الٰہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ تو بہترین اور افضل نیکی ہے۔ ابو یعلیٰ میں ہے دن رات کے جس وقت میں کوئی لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس کے نامۂ اعمال میں سے بُرائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔ اس کے راوی عثمان میں ضعف ہے۔ بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جسے پوری نہ کی ہو۔ آپ نے فرمایا کیا تو خدا کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا بس یہ اُن سب پر حاوی اور غالب رہے گی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ

تو جو اُمتیں تم سے پہلے ہو گذری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (یعنی کفر و شرک پھیلانے) سے منع کرتے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۷﴾

بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہوگئے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۸﴾

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی) اصلاح میں لگے ہوں۔

نیک لوگ خدا کے عذاب سے محفوظ ہیں

یعنی بجز چند کے ہم گذشتہ زمانہ کے لوگوں میں سے ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو بُرائیوں سے روکتے رہیں۔ یہی وہ ہیں جنھیں ہم اپنے عذابوں سے بچا لیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس اُمت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا

قطعی اور یقینی حکم دیا۔ فرمایا وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ الخ اور نیکی کی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہیے الخ۔ ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بُری عادتوں سے باز نہیں آتے۔ نیک علما کی باتوں کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ عذابِ خدا ان کی بے خبری میں آپڑتے ہیں۔ بھلی بستیوں پر خدا کی طرف سے ازراہِ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں۔ لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿۱۱۸﴾

اور اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا اور آئندہ (بھی) ہمیشہ اختلاف (ہی) کرتے رہیں گے۔

إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱۹﴾

کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں

خدا ہر بات پر قادر ہے

خدا کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے ان کے دین و مذاہب جداگانہ برابر جاری و ساری ہیں۔ طریقے مختلف، مالی حالات جداگانہ، ایک دوسرے کے ماتحت۔ یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے۔ ہاں جن پر خدا کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری اور خدائے تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ چنانچہ مسند و سنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے۔ نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اس امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب جہنمی ہیں سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا وہ جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ (مستدرک و حاکم) بقولِ عطا مختلفین سے مراد یہودی نصرانی، مجوسی ہیں۔ اور خدا کے رحم والی جماعت سے مراد یک طرفہ دینِ اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گو ان کے وطن اور بدن جدا ہوں۔ اور اہلِ معصیت فرقت و اختلاف والے ہیں۔ گو ان کے وطن اور بدن ایک ہی جگہ جمع ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے۔ شقی و سعید کی ازلی تقسیم یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت ہے ہی اسی لئے۔ حضرت طاؤسؒ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے اور حدودِ اختلاف سے آگے بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم جھگڑے اور خوب ہی اختلاف کیا۔ اس پر ایک نے کہا اسی کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں آپ نے فرمایا غلط ہے اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ جیسے ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے۔ اور آیت میں ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ مالک اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انھیں رحمت حاصل کرنے اور انھیں اختلاف میں لگے رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے۔ اور ان دونوں سے جنت دوزخ پُر کئے جائیں گے۔ اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ

ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا کہ میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس میں چاہوں تیرے عذاب سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پُر ہو جاؤ گی۔ جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا۔ اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا۔ تب وہ کہنے لگے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے بس ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ

اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں

فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ⑪

آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست (اور واقعی) ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے۔

مقصد اگلی اُمتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا آخر خدا کے عذاب کا آنا، کافروں کا برباد ہونا، نبیوں رسولوں اور مؤمنوں کا نجات پانا یہ سب واقعات ہم تجھے سُنا رہے ہیں۔ تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا یا یہ کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے۔ یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مؤمنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔

وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ⑫

اور جو لوگ (باوجود ان بیج قاطعہ کے بھی) ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ (میں تم سے الجھتا نہیں) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہے ہیں

وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ⑬

اور (ان اعمال کے نتیجہ کے تم بھی) منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ (عنقریب حق و باطل کھل جاوے گا)

انتظار بطور دھمکانے، ڈرانے اور متنبہ کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقہ سے نہیں ہٹتے تو نہ ہٹو ہم بھی اپنے طریقہ پر عامل ہیں۔ تم منتظر رہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ فالحمدللہ دنیا نے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو خدا کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا، دنیا کو مٹھی میں لے لیا۔ فللہ الحمد۔

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ

اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسی کی عبادت کیجئے ع ١٠

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ⑭

(جس میں تبلیغ بھی داخل ہے) اور اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو

عالم الغیب آسمان و زمین کے سب غیب پر اطلاع رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے۔ اسی کی سب کو عبادت کرنی

لہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہئے یعنی ایسا ضرور ہو گا لیکن خدا تعالیٰ کے قدم رکھنے کا کیا مطلب ہے اور قدم رکھنے کی کیفیت کیا ہو گی ان امور کا علم خدا تعالیٰ ہی کے علم پر چھوڑنا چاہئے ۱۲ انظر شاہ کشمیری

چاہئے اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جو بھی اس پر بھروسہ رکھے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تورات کا خاتمہ بھی ان ہی آیتوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں۔

الحمد للہ کہ سورۂ ہود کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام مکیہ

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے زیر اثر لوگوں کو سورۂ یوسف سکھاؤ، جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکراتِ موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہوگئے کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔ یہ روایت کلبی کی ابو صالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاِثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

کلماتہا ۱۸۰۱ حروفہا ۷۱۶۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم (بوجہ اہل لسان ہونے کے اولاً)

تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

سمجھو (اور تمہارے واسطے سے اور لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس (کے بھیجنے) کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ

هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③

قصہ بیان کرتے ہیں اور اس (ہمارے بیان کرنے) کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے۔

ایک دلچسپ اور عبرت انگیز واقعہ

سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروفِ مقطعات کی بحث گذر چکی ہے اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں۔ مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں۔ یہاں پر تلک معنی میں ہذہ کے ہے۔ چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت وکثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہترین مقام میں، بہترین وقتوں میں نازل ہو کر ہر طرح کمال کو پہنچی ......

...... تاکہ تم ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو۔ ہم بہترین قصّہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے[1] اس پر یہ آیت اُتری۔ اور روایت میں ہے کہ ایک زمانہ تک قرآن کریم نازل ہوتا رہا اور آپ صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انھوں نے کہا حضور کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا؟ تو اس پر یہ آیتیں اُتریں۔ پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کوئی بات بیان فرماتے اس پر آیت اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ الخ اتری اور بات بیان ہوئی۔ روشِ کلام کی ایک ہی ڈھب دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی۔ یعنی واقعہ۔ اس پر یہ آیتیں اُتریں۔ پھر انھوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت اللہ نَزَّلَ الخ اُتری۔ پس قصّہ کے ارادہ پر بہترین قصّہ اور بات کے ارادہ پر بہترین بات نازل ہوئی۔ اس جگہ جہاں کہ قرآنِ کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہلِ کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی۔ اسے لے کر عمر حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے سُنانے لگے اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں قرآن کو نہایت روشن لے کر آیا ہوں تم ان اہلِ کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچّا سمجھ لو۔ سُنو! اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انھیں بھی بجز میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں تو کیا میں انھیں آپ کو سُناؤں؟ آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابت رضؓ نے کہا کہ اے عمر! کیا تم حضور کے چہرہ کو نہیں دیکھ رہے ہو؟ اب حضرت عمر رضؓ کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے رسول ہونے پر دل سے رضا مند ہیں۔ تب آپ کے چہرہ سے غصّہ دُور ہوا اور فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ ہوتے پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں سے میرا حصّہ تم ہو۔ اور نبیوں سے تمھارا حصّہ میں ہوں ابو یعلیٰ میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلۂ عبد القیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا اسے مارا اُس نے کہا امیر المؤمنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جا میں بتاتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پھر پوچھا کہ امیر المؤمنین میرا قصور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اُسے بالکل مٹا دے۔ خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا۔ اب اگر میں نے اس کے خلاف سُنا کہ تو نے خود اُسے پڑھا یا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سُنتا جا میں نے جا کر اہلِ کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اُسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السّلام کے پاس آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے۔؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصّہ کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سُرخی نمودار ہو گئی پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا ہے اور منبرِ نبوی کے چوطرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپ نے فرمایا لوگو! میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے۔ میں دینِ خدا کی باتیں بہت منوّر اور واضح لایا ہوں۔ خبردار! تم بہک نہ جانا گہرے اترنے والے کہیں تمھیں

---

[1] جاہلیت کے دَور میں اکثر راتیں قصّہ گوئی میں بسر ہوتیں اور قصّے کہانیوں کا بڑا رواج تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس کے عادی تھے اس لئے ایسا سوال کیا ہوگا۔ بعد میں یہ سب لغو باتیں چھوٹ گئی تھیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

بہکانہ دیں۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر آپ کے رسول ہونے پر میں تو یا رسول اللہ دل سے راضی ہوں۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے۔ اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاری رح ان کی حدیث کو صحیح نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافتِ فاروقی کے زمانہ میں آپ نے محصن کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کرکے لکھ لی تھیں وہ اس مجموعہ کو بھی اپنے ساتھ لائے کہ حضرت عمرؓ سے دریافت کرلیں گے اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور باتیں بھی بڑھالیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے یہاں آکر انھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سُنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں۔؟ سُنو میں اس میں فیصلہ کُن واقعہ سُناؤں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خیبر گیا وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ انھیں لے کر آؤ۔ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید آپ کو میرا یہ کام پسند آگیا۔ لاکر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا اب جو ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ آپ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے پھر تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور خوف کی وجہ سے میرا رُواں کھڑا ہوگیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ نے ان تحریروں کو اُٹھالیں اور اُن کا ایک ایک حرف مٹانا شروع کیا اور زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس ساری تحریر کا ایک ایک حرف بھی باقی نہ رکھا یہ سُنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمھیں ایسی سزا کرتا کہ اوروں کے لئے عبرت ہوجائے۔ انھوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جاکر انھوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کردیں۔ مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ

جب کہ یوسف (ع) نے اپنے والد (یعقوب علیہ السلام) سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند

وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ④

دیکھے ہیں (اور) ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

خواب

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں (بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔ انھوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسفؑ ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے۔ انھوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ سُنو! جاہلیت کے زمانہ میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں جب کہ انھوں نے دینی سمجھ حاصل کرلی ہو (بخاری) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیوں کے خواب خدا کی وحی ہوتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر

خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں اسی برس کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے ؎۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج خدائے تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپ خاموش رہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ کو نام بتلائے۔ آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتلا دوں تو تو مسلمان ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا سُنو! اُن کے نام یہ ہیں۔ جریان، طارق، ذیال، ذو الکتفین، قابس، وثاب، عمودان، فلیق، مصبح، فروح، فرغ۔ یہودی نے کہا ہاں ہاں خدا کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (ابن جریر) یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابو یعلی میں اور بزار میں اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابو یعلی میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ آپ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں۔ جنھیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ اور اکثر نے انھیں متروک کر رکھا ہے۔ یہی حسین یوسف کی روایت کے راوی ہیں۔ انھیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ

انھوں نے (جواب میں) فرمایا کہ بیٹا اپنی اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا بس (یہ سمجھ کر) وہ تمہارے (ایذا رسانی کے) لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے۔

باپ کی بیٹے کو نصیحت

حضرت یوسف ؑ کا یہ خواب سُن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اُسے بھائیوں کے سامنے نہ دوہرانا۔ کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سُن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں۔ اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول فریب ..... کرنے لگیں اور کسی حیلہ سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو۔ اور جو شخص کوئی ایسا بُرا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کی بُرائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہ دے گا۔ مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہو گئی پھر وہ ہو جاتا ہے۔ ف اسی سے یہ حکم بھی لیا جا سکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے۔ جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے جیسے کہ ایک حدیث میں ہے۔ ضرورتوں کے پورا کرنے پر اُن کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔

؎ یہ سجدۂ تعظیمی تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور تک جائز تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کسی کے لئے بھی اس قسم کا سجدہ جائز نہیں اور جب سجدۂ تعظیمی ہی جائز نہیں تو کسی کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا تو قطعاً حرام ہوگا ۱۲

انظر شاہ کشمیری +

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور (تم کو علوم دقیقہ بھی دے گا مثلاً) تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور (نعمتیں دیگر بھی) تم پر

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ

اور یعقوب (ع) کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا اس سے قبل تمہارے دادا پڑدادا یعنی ابراہیم و اسحق (علیہما السلام)

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶

پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے۔

تعبیر خواب

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انھیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمھیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمھیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا اور تمھیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا اور تمھیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت۔ جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمھارے دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۱ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ

یوسف (علیہ السلام) اور انکے (علاتی) بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں ان لوگوں کیلئے جو (آپ سے انکا قصہ) پوچھتے ہیں وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان (علاتی)...

وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ

گفتگو کی کہ (یہ کیا بات ہے کہ) یوسف (ع) اور ان کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ داس...

مُّبِيْنِ ۝۲ ۚ ۨاقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ

غلطی میں ہیں۔ یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ تو (پھر) تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور

تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۳ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ

تمہارے سب کام بن جاویں گے ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف (ع) کو قتل مت کرو

وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۴

(اس کی صورت یہ ہے کہ) ان کو کسی (ایسے) اندھیرے کنوئیں میں ڈال دو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جاوے اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہی

حسد کے مظاہر

فی الواقع حضرت یوسف ؑ اور اُن کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ اُن کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف ؑ کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے اور یہ سب بھائی اَور ماں سے تھے۔ یہ سب آپس میں کہتے ہیں بخدا ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہم پر جو ایک جماعت ہیں اُن کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں۔ یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں۔ اور اس آیت کا طرزِ بیان تو بالکل اس کے خلاف ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انھیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے۔ اور دلیل میں آیت قرآنی قُولُوٓا اٰمَنَّا میں لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ بطون بنی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو

شوب کہا جاتا ہے۔ پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الٰہی نازل ہوئی۔ انھیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادرانِ یوسف میں سے ایک کی نسل تھی۔ پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص اُن بھائیوں کو خدائے تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا۔ واللہ اعلم۔ پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو۔ وہ یہ کہ یوسف کو ختم ہی کر ڈالو اس صورت میں نہ کوئی ہنگامہ ہوگا اور نہ کوئی شور و غل۔ اور نتیجہ میں ابّا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے جدا کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار ہی ڈالو۔ یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو۔ اور اسے کر کے پھر نیک بن جانا توبہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا یہی سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روبیل تھا۔ کوئی کہتا ہے یہوزا تھا۔ کوئی کہتا ہے شمعون تھا۔ اُس نے کہا بھئی یہ تو ناانصافی ہے۔ بے وجہ بے قصور صرف عداوت میں آ کر خونِ ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں۔ یہ بھی کچھ خدا کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتلِ یوسف کی قوت ہی نہ تھی۔ منظورِ خدا تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے بادشاہ بنائے اور انھیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روبیل کی رائے سے متاثر ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنوے میں پھینک دیئیں۔ قتادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا۔ اُنھیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گذریں اور وہ اسے اپنے قافلہ میں لیجائیں۔ پھر کہاں یہ اور کہاں ہم۔ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو۔ بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں خون آلود ہاتھ کرو۔ ان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتے داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے چھوٹے پر ظلم کرنے بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے اور حق دار کا حق کاٹنے حرمت و فضیلت کا خلاف کرنے بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دُکھ پہنچانے اور اسے اس کے کلیجہ کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سُکھ سے ہمیشہ کے لئے دُور کرنے اور بوڑھے باپ خدا کے برگزیدہ پیغمبر علیہ السلام کو اس ضعیفی میں ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں۔ خدا کے دو نبیوں کو دُکھ دینا چاہتے ہیں۔ محبوب و محب میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں عیش سُکھ کی جانوں کو دُکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم و گرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انھیں بخشے۔ آہ شیطان نے کیسی اُلٹی پڑھائی ہے۔ اور انھوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۵ اَرْسِلْهُ

سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف (ع) کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم انکے (دل و جان سے) خیر خواہ ہیں۔ آپ ان کو کل

مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۶

کے روز ہمارے ساتھ (جنگل کو) بھیجیں کہ فکر زرادہ کھاویں کھیلیں اور ہم ان کی پوری محافظت رکھیں گے۔

سازش بڑے بھائی روبیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوے میں ڈال آئیں۔ اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکا دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے۔ باوجودیکہ تھے بد اندیش بدخواہ بُرا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنے گہرے مکر میں انھیں الجھانے کے لئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ ابا جی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں۔ اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ کی دوسری کی قرأت نَرْتَعْ وَنَلْعَبْ بھی ہے باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجے

ف شاید یہ اس لئے کہ اگر کوئی ایسا کنواں یوسف کو ڈالنے کے لئے منتخب کیا گیا جس پر عام طور سے آدمی پانی لینے کے لئے جمع ہوتے ہوں تو وہاں کوئی یوسف کو پھر نکال نہ لے اور اگر کسی ایسے کنوئیں میں ڈالا گیا جس سے پانی وغیرہ لینا موقوف کر دیا ہو تو وہاں یوسف پڑے تڑپتے رہیں گے اور کوئی نکالنے والا نہ ہوگا ۱۲ انظر شاہ فسیحہ یہ اسوقت ناجائز ہے جبکہ صحیح اور جائز محبت ہو ورنہ ناجائز تعلقات میں انقطاع کرانا واجب ضروری احترازی ہے ۱۲

ان کا جی خوشی ہوگا۔ دو گھڑی کھیل کود لیں گے، ہنس بول لیں گے، آزادی سے مل پھر لیں گے۔ آپ بے فکر رہئے۔ ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے، ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے، آپ ہم پر اعتماد کیجئے، ہم اس کے نگہبان ہیں۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لیجاؤ اور (خوف یہ کہ) میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم

عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

(اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو۔ وہ بولے کہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت کی جماعت (موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس درخواست کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لیجاؤ گے مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گذرے گی حضرت یعقوبؑ کی اس محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسفؑ کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا، اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی۔ صورت کی خوبی، سیرت کی اچھائی کا بیان تھی اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوۃ وسلام ہو۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور خدانخواستہ کوئی بھیڑیا آکر اس کا کام تمام کر جائے۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ آہ! حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انھوں نے لے لیا۔ اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے۔ یوسف کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑ دیں گے۔ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ کو بھلا فکر کیا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود اور ہمارے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے۔ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو گویا ہم سب بیکار نکمے عاجز نقصان والے ہی ہوئے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَآ

سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے ان کے پاس

اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں

افتاد

سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا اور حضرت یوسفؑ کو لے کر چلے۔ جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسفؑ کو کسی غیر آباد کنوئیں کی تہ میں ڈال دیں۔ حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلے گا ہم اُسے عزت کے ساتھ لیجائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی۔ اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ باپ نے اُن کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر چمکار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں۔ بُرا بھلا کہنے لگے، مارتے پیٹتے، بُرا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اُسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا۔ آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انھوں نے رسی کاٹ دی۔ آپ تہ میں جا گرے

کنویں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپ آکر کھڑے ہو گئے۔ عین اس مصیبت کے وقت اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے، آپ صبر و تحمل سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کر یہ مصیبت زائل نہ ہوگی۔ سُن! اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا، اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی، ان بھائیوں پر خدا تجھے غلبہ دے گا، یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا کی منشا ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے وقت آئے گا کہ تو انھیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ اپنا قصور سُن رہے ہوں گے اور انھیں یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ تو تو ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے کہ جب برادرانِ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے تو انھیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اُسے انگلی سے ٹھونکا، آواز نکلنے ہی والی تھی۔ کہ آپ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمھارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ تمھارا ایک سوتیلا بھائی تھا یوسف نامی تم اُسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ پھر اُسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اُس کے کُرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر اُن سے کہدیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھا لیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے بُرا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ بس یہی ہے جو آپ کو کنویں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انھیں اُن کی بے شعوری میں جتائے گا۔

وَجَآءُوٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

اور (ادھر) وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے اور یوسف ؑ کو

يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا

ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس (اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) اس کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ

سچے (کیوں نہ) ہوں۔ اور یوسف ؑ کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بلکہ تم نے اپنے دل سے

اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۲﴾

ایک بات بنالی ہے۔ سو (خیر) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے۔

جھوٹ کا گھروندا

چپ چاپ ننھے بھیا پر خدا کے معصوم نبی پر باپ کی آنکھ کے تارہ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سُرخ رُو بننے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غم زدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے۔ اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیر اندازی اور دوڑ شروع کی، چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا۔ اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آگیا اور بھائی کا لقمہ بنالیا، چیر پھاڑ کر کھا گیا، پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر دکھانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے پاڑ باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ

لے علماء کے یہاں یہ مسلم ہے کہ نبی پر چالیس سال کے قبل وحی نہیں آتی اور وحی نبوت کے بعد ہی آتی ہے نبوت سے پہلے نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یوسف ؑ نہ اس عمر میں نبی تھے اور نہ چالیس سال کے اس لئے یہاں وحی سے مراد دل میں کسی بات کا ڈال دینا ہے جیسا کہ "اوحینا النحل" میں وحی سے قلب میں کسی چیز کا ڈال دینا مراد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ شہد کی مکھی سے وحی کا کیا تعلق ۱۲ (انظر شاہ) لے یہ روایت قطعاً ناقابل اعتبار ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے۔ پھر جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک خطرہ ظاہر کیا ہو اور خلاف ظاہر واقعہ میں اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے۔ ہیں تو ہم سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق بجانب ہیں۔ کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا۔ یہ تو تھا زبانی کھیل ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچہ کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیراہن داغ دار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر۔ لیکن خدا کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے۔ اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا۔ لیکن اللہ کے نبی نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ اباجی کو ہماری بات صحیح معلوم نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ تمھارے دل نے یہ تو ایک بات بنا دی ہے خیر میں تو تمھاری اس حرکت پر صبر ہی کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو۔ اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس رض کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا اس کا پیراہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا، اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا۔ اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمھاری مثال حضرت یوسف کے باپ کی سی ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمھاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا

اور ایک قافلہ آنکلا (جو مصر کو جاتا تھا) اور انھوں نے اپنا آدمی پانی پلانے کے واسطے (یہاں کنوئیں پر) بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے۔ یہ تو بڑا اچھا

غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (۱۳) وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ

لڑکا نکل آیا۔ اور ان کو مال (تجارت) قرار دیکر (اس خیال سے) چھپا لیا اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں۔ اور (یہ کہہ کر) ان کو بہت ہی کم قیمت کو

ع ۲ ۱۴ ۱۲ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (۱۴)

بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں۔

تدبیر الٰہی

بھائی تو حضرت یوسف ع کو کنوئیں میں ڈال کر چل دیئے یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے میں کنوئیں میں اکیلے گزر گئے محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنوئیں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ قدرت خدا سے ایک قافلہ وہیں سے گزرا۔ انھوں نے اپنے سقہ کو پانی کے لئے بھیجا اس نے اسی کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے۔ وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا اور نہ سما آواز بلند کہہ اٹھا کہ سبحان اللہ یہ تو جوان بچہ آ گیا۔ دوسری قرأت اس کی یٰبُشْرَایَ بھی ہے۔ سدی کہتے ہیں بشریٰ سقہ کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے۔ لیکن سدی کا یہ قول غیر مشہور ہے اس طرح کی قرأت پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں۔ اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے اسی کی تائید قرأت یٰبُشْرَایَ سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں یا نَفْسُ اِصْبِرِی اور یا غُلَامُ اَقْبِلْ۔ اضافت کے حرف کو ساقط کر کے اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی۔ پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرأت اس کی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔ ان

لوگوں نے آپ کو ایک بڑی متاع اور دولت تصور کرتے ہوئے چھپالیا اور قافلہ کے دوسرے لوگوں پر یہ راز ظاہر نہ کیا بلکہ کہدیا کہ ہم نے کنوئیں کے پاس کے لوگوں سے اُسے خریدا ہے۔ انھوں نے ہمیں اسے دیدیا ہے تاکہ وہ بھی ساجھا نہ طلائیں[1]۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ برادرانِ یوسف نے شانِ یوسف چھپائی۔ اور حضرت یوسف ؑ نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں قتل ہی کردیں۔ اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے۔ سقّہ سے انھوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلالیا انھوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا۔ گو وہ قادر تھا کہ اسی وقت اس بھید کو ظاہر کردے لیکن اس کی حکمتیں بے حد و بے حساب ہیں۔ اس کی تقدیر یونہی تھی۔ خلق وامر اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک طرح سے تسکین دی گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دُکھ رہی ہے۔ میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑادوں انھیں غارت کردوں۔ لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں۔ دیر ہے اندھیر نہیں۔ بے فکر رہو عنقریب غالب کردوں گا اور رفتہ رفتہ ان کو ختم کردوں گا۔ جیسے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا یہاں تک کہ انجام کار حضرت یوسف ؑ کے سامنے انھیں جھکنا پڑا اور ان کے مرتبہ کا اقرار کرنا پڑا۔ بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انھیں بیچ دیا۔ ناقص چیز کے بدلے یوسف جیسا بھائی دیدیا۔ اور اس کی بھی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلاقیمت مانگا جاتا تو بھی دیدیتے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلہ والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھیں اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کردیا تھا۔ پس اگر انھیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے۔ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسف ؑ کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔

بخس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے۔ لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی۔ کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمٰن علیہم السلام تھے پس آپ تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے پس یہاں مراد ناقص، کم، تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم و حرام بھی تھا۔ بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول۔ چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے۔ اور اس کی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں اُن کی کیا قدر ہے۔ وہ کیا جانتے تھے کہ یہ خدا کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا۔ قافلہ کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اُسے مضبوط باندھ دو کہیں تمھارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔

اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لیجاکر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے۔ پس شاہِ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤی

اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا (یعنی عزیز مصر) اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ (بڑا ہو کر)

اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۡ

ہمارے کام آوے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور ہم نے اسی طرح یوسف (علیہ السلام) کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی (مراد اس سے سلطنت ہے)۔

[1] یعنی یوسف علیہ السلام کے متعلق منفعت حاصل ہو جانے کا راز اس لئے نہیں کھولا کہ کہیں تمام قافلے والے یوسف علیہ السلام سے حاصل ہونے والی قیمت میں خود کو شریک نہ کرلیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری ✦

وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ

اور تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے کرے)

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ① وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ

لیکن اکثر آدمی (اس بات کو) نہیں جانتے اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت

حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ②

اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

دشمن چہ کند چوں مہربان باشد دوست

رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خرید اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت و وقعت ڈال دی۔ اس نے آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا اس کا نام قطفیر تھا۔ کوئی کہتا ہے اطفیر تھا اس کے باپ کا نام روحیب تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا[علے] مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا۔ عزیز مصر کی بیوی کا نام راعیل تھا کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ رعابیل کی بیٹی تھیں۔

ابن عباس رضہ کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنق بن مدیان بن ابراہیم تھا۔ واللہ اعلم۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سب سے زیادہ دوربین اور دور رس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گذرے ہیں۔ ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو۔ دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے۔ یہ قوی اور با امانت شخص ہے۔

تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمر رضہ جیسے شخص کو سونپی۔

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا۔ پھر ہم نے مصر میں لاکر یہاں کی سرزمین پر اُن کا قدم جمادیا۔ کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں۔ اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں، نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے، نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ کی عقل کامل ہوئی، جب جسم اپنی نشوونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو عزت بخشی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے۔ اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں۔ واللہ اعلم۔

علے یعنی وزیر خزانہ تھا ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ

اور جس عورت کے گھر میں یوسف (ع) رہتے تھے وہ (ان پر عاشق ہو گئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے ان کو پھسلانے لگی اور (گھر کے) سارے دروازے بند کر دیئے اور (کہنے لگی)

هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ

آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا اللہ بچائے (دوسرے) وہ (یعنی تیرا شوہر) میرا ربی (اور محسن) ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا۔ ایسے

لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾

حق فراموش کو فلاح نہیں ہوا کرتی۔

حُسن وعفت کی کشمکش

عزیز مصر جس نے آپ کو خرید اتھا اور بہت اچھی طرح مثل اولاد کے رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکیداً کہہ دیا تھا کہ انھیں کسی طرح تکلیف نہ ہو۔ عزت واکرام سے انھیں رکھو اس عورت کی نیت میں کھوٹ آجاتا ہے۔ جمالِ یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ دروازے بند کر کے اور بن سنور کر بُرے کام کی طرف یوسف علیہ السلام کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف ؑ بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے۔ اس وقت اہلِ مصر کے محاورہ میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں تمھارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے' وہ میرے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں۔ یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں

هَيْتَ لَكَ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں' بعض قبطی زبان کا' بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں' بعض حورانیہ کا لغت بتلاتے ہیں۔ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہلِ حوران کا یہ لغت ہے' حجاز میں آگیا ہے اہلِ حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے۔ امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کی دوسری قرأت هِئْتَ بھی ہے پہلی قرأت کے معنی تو آؤ کے تھے۔ اس کے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں۔ بعض لوگ اس قرأت ہی کا انکار کرتے ہیں' ایک قرأت هِيتِ بھی ہے یہ قرأت غریب ہے۔ ایک قرأت هَيْتُ بھی ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قاریوں کی قرأتیں قریب قریب ہیں۔ پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو۔ گہرائی سے او راختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو۔ اس لفظ کے یہی معنیٰ ہیں کہ آ۔ اور سامنے ہو وغیرہ۔ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا۔ کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا یعنی هَيْتَ نہ کہ هِيْتُ۔ یہ لفظ تذکیر و تانیث واحد تثنیہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے جیسے هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمْ هَيْتَ لَكُمَا هَيْتَ لَكُنَّ هَيْتَ لَهُنَّ۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ

اور اس عورت نے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾

ان کو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

یوسف علیہ السلام کی حفاظت

سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ منقول ہے جو ابن جریر وغیرہ نے لکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو اور جب ...... نیکی کر گذرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو۔ اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو۔ کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے۔ اور اگر اس برائی کو کر ہی گذرے تو اسی کے برابر اسے لکھ لو۔ اس حدیث کے الفاظ اور بھی ہیں۔ اصل بخاری ومسلم میں بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جسے امام ابن جریر وغیرہ نے بیان فرما دیا ہے یہ تو تھے اقوال قصد یوسف کے متعلق۔ وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آگئی۔ کہتے ہیں آپ کی نظر چھت کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا وہ بڑی بے حیائی کا اور خدا کے غضب کا کام ہے۔ اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں ایک تو اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ دوسری وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ۔ تم جس حال میں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے تیسری آیت اَفَمَنْ هُوَ قَاۗىِٕمٌ الخ خدا ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے۔

کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے۔ کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی۔ کہتے ہیں کہ ایک نشان تھا جو آپ کے ارادہ سے آپ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوبؑ ہو اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو۔ اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو۔ کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلہ پر ہم پہنچ سکیں۔ پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یوں ہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ فرمان خدا میں بھی اطلاق ہے (اسی طرح قصد کو بھی)۔

پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا۔ اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ کی طرف سے آپ پر درود وسلام نازل ہو۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا

اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف کو دوڑے اور اس عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازہ کے پاس

الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ

(کھڑا) پایا عورت بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا (ہو سکتی) ہے کہ وہ جیلخانہ بھیجا جائے یا اور کوئی دردناک

اَلِيْمٌ ۝ قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

سزا ہو۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی (اور اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ

إِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿۶﴾

(ان کا کرتا دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے　تو عورت سچی　اور　یہ　جھوٹے

وَإِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿۷﴾

اور اگر وہ کرتا　پیچھے سے　پھٹا ہے تو (عادۃً یقینی ہے کہ) عورت جھوٹی　اور　یہ　سچے

فَلَمَّا رَءَا قَمِيصَهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُۥ مِن كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ

سو جب (عزیز نے) ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا (عورت سے) کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی

عَظِيمٌ ﴿۸﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَٱسْتَغْفِرِى لِذَنۢبِكِ ۖ

غضب ہی کی ہوتی ہیں۔ اے یوسف اس بات کو جانے دو۔ اور (عورت سے کہا) اے عورت تو (یوسف سے) اپنے قصور کی معافی مانگ

إِنَّكِ كُنتِ مِنَ ٱلْخَاطِـِٔينَ ﴿۹﴾　ع ۳ / ۱۳

بیشک　سرتاپا　تو ہی　قصور وار ہے۔

پاکباز یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام خود کو بچانے کے لئے دروازہ کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے بھاگی۔ پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آگیا زور سے اپنی طرف گھسیٹا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام گرجانے کے قریب ہوگئے۔ لیکن آپ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے۔ دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف علیہ السلام کے سر لگا دیا اور آپ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی، سُوکھا سا منہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی بپتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمائیے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے؟ قید سخت یا بڑی مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہوسکتی۔

اب جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی آبرو کو خطرہ میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں، میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں، یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔

اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی اور مع ثبوت و دلیل اُن سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیراہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رُخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اُس نے اسے دھکے دیئے، روکا، منع کیا، ہٹایا اُس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصوروار مرد ہے۔ عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے۔

اور اگر اُس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں کلام نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی پکڑا تو کرتا ہاتھ میں آگیا اُس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔

کہتے ہیں کہ یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر ڈاڑھی تھی، یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا۔ اور

[ز]لیخا کے چچا کا لڑکا تھا۔ زلیخا بادشاہِ وقت ریّان بن ولید کی بھانجی تھی۔ پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے۔ دوسرا [قو]ل یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا، گہوارے میں جھولتا بچہ تھا۔

ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے چھٹپن میں ہی کلام کیا ہے۔ اس پوری حدیث میں اس بچہ کا بھی ذکر ہے [ج]س نے حضرت یوسف علیہ السلام صدیق کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔ ابن عباس رضہ فرماتے ہیں چار بچوں [نے] کلام کیا ہے۔ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے، حضرت یوسف کے گواہ نے، جریج کے صاحب نے اور حضرت [ع]یسیٰ بن مریم علیہ السلام نے۔ مجاہد رحؒ نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی وہ کہتے ہیں وہ صرف خدا کا حکم تھا۔ کوئی [ان]سان تھا ہی نہیں۔

اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کو پیچھے کی جانب سے [پھ]ٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے۔ وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بیساختہ اُس کے مُنہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے، اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام [لگا] رہی ہو، تمہارے مکر و فریب تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔

پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے جانے دیجئے، اس نامراد واقعہ کا پھر سے [ذ]کر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو۔ نرم آدمی تھا، نرم اخلاق تھے۔ یا یوں سمجھو کہ وہ سمجھ [رہ]ا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے۔ اُس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لئے اسے ہدایت [ک]ر دی کہ اپنے بُرے ارادہ سے توبہ کر۔ سراسر تو ہی خطاوار ہے۔ کیا خود پھر الزام دوسروں کے سر رکھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَن نَّفْسِهِ ۖ

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کیلئے ورغلاتی [پھسلاتی] ہے

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ① فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ

اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی کی خبر سنی تو کسی کے ہاتھ

إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ

بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو (بھی) دیدیا اور کہا کہ ذرا ان کے

عَلَيْهِنَّ ۖ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ

سامنے تو آجاؤ سو عورتوں نے جو ان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (اس حیرت میں) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا

لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ② قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ

للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے

الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ

جس کے بارہ میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی اس کو میں نے اپنا مطلب حاصل کرنیکی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا

وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ ③

اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کرے گا (جیسا اب تک نہیں کیا) تو بیشک جیل خانہ بھیجا جائے گا اور بے عزت بھی ہو گا۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ

یوسف (ع) نے دعا کی کہ میرے رب جس (واہیات) کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیلخانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو

عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ④

مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی (اصلاح کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ

سو اُن کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤

بیشک وہ (دعاؤں کا) بڑا سننے والا (اور ان کے احوال کا) خوب جاننے والا ہے

مصیبت بالائے مصیبت

اس داستانِ محبت کی خبر شہر میں پھیل گئی' چرچے ہونے لگے چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب و حقارت سے اس قصّہ کو دہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے' اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔

شغف کہتے ہیں حد سے گذری ہوئی قاتل محبت کو۔ اور شغف اس سے کم درجہ کی ہوتی ہے۔ شغاف کہتے ہیں دل کے پردوں کو۔

کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ کہیں ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو چل گیا۔ یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا۔ انھیں تو دراصل حسن یوسف ؑ کے دیدار کی تمنا تھی۔ یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔ عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اُس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو اُن کو اسی وقت بلا بھیجا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے اور ایک مجلس اور محفل اور بیٹھک درست کر لی جہاں پھل اور میوہ بہت تھا اُس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دیدیا۔ یہ تھا اُن عورتوں کے دھوکے کا جواب۔ انھوں نے اعتراض جڑ کر جمالِ یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے کو معذور ظاہر کرنے اور اُن کے مکر کو ظاہر کرنے کے لئے انھیں خود زخمی کر دیا۔ اور خود اُن ہی کے ہاتھ سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آیئے۔ انھیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرہ میں تھے وہاں سے آ گئے۔ عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرہ پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں' ہیبت و جلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں۔ اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں۔

حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی میٹھے پھل ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اُس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زبان ہو کر بول اُٹھیں ہاں ہاں ضرور اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لایئے۔ آپ آئے پھر اُس نے کہا جایئے' آپ چلے گئے۔ آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا' دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں ہوش و حواس جاتے رہے بجائے لیمو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور کوئی احساس تک نہ ہوا۔ ہاں جب حضرت یوسف

علیہ السلام چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی۔ تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا خود رفتہ کر دیا۔ پھر بتلاؤ میرا کیا حال ہوگا؟

عورتوں نے کہا واللہ یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کرینگے۔ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا تو کہاں اُن کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔ آپ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنھیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں ہے تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو اور آپکی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپکا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپکے پاس کسی کام کیلئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائے۔

اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے ہیں تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا۔ یا دو تہائیاں حسن کی ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ۔

اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے۔ ایک حصہ میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصہ میں دنیا کے اور سب لوگ سہیلی میں ہے کہ آپکو حضرت آدم علیہ السلام کا آدھا حسن دیا گیا تھا .... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ؑ کو اپنے ہاتھ سے کمالِ صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا۔ آپ کی اولاد میں آپکا ہمو زن کوئی نہ تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کا آدھا حسن دیا گیا تھا پس اُن عورتوں نے آپکو دیکھ کر یہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں۔ بَشَرًا کی دوسری قرأت بِشِرًى ہے یعنی تو خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔

اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے معذور سمجھو گی؟ اُس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر برداشت چھین لے میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ کسی قبضہ میں نہیں آیا۔ اب سمجھ لو کہ جہاں اسمیں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے۔ پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا پڑیگا اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی۔

اسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ خدایا مجھے جیلخانہ جانا پسند ہے مگر تو مجھے انکے ارادوں سے محفوظ رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں۔ خدایا تو اگر مجھے بچائے تو میں بچ سکتا ہوں۔ ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں۔ مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں۔ تیری مدد اور تیری رحم و کرم بغیر نہ کسی گناہ سے رک سکوں نہ کسی نیکی کو کر سکوں میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں، تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

پس اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپکی دعا قبول فرمائی اور آپکو بال بال بچا لیا۔ عفت و عصمت عطا فرمائی، اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ بچے ہی رہے باوجود بھر پور جوانی کے، باوجود انتہائی حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے جو آپ میں تھا۔ آپ اپنی خواہش نفس کی بیجا تکمیل سے رکتے رہے اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا۔ جو رئیس زادی ہے، رئیس کی بیوی ہے، ان کی مالکہ ہے۔ پھر بہت ہی خوبصورت ہے۔ جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے ریاست بھی ہے۔ وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنا رہی ہے۔ لیکن آپکے دل میں خوف خدا کا سمندر موجزن ہے آپ اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور لذت کو نام خدا پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ خدا کے عذاب سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بنجائیں۔

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے سائے تلے سایہ دیگا جس دن کوئی سایہ اس کے سایہ کے سوا نہ ہوگا۔ مسلمان عادل بادشاہ، وہ جوان مرد و عورت جسنے اپنی جوانی خدا کی عبادت میں گذاری۔ وہ شخص جسکا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک کہ پھر وہاں جائے۔ وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں۔ اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی۔ وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ شخص جسنے تنہائی میں خدا کو یاد کیا پھر اسکی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

ع ۱۴

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو (یعنی عزیز کو اور اس کے متعلقین کو) یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ ان کو ایک وقت (خاص تک) قید میں رکھیں

قید لیکن ہزاروں قیدیوں سے بہتر

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کے عشق میں مبتلا ہے۔ جب ہم یوسف کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا ہے۔ اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔

یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ کو قید خانہ سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برائت اور میری پاکدامنی صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کریں۔ جبتک بادشاہ نے ہر طرح گواہ شاہدوں سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر نہ کھل گیا آپ جیل خانہ سے باہر نہ نکلے۔

پھر آپ باہر آئے جبکہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر نبی خدا پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ

اور یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ (یعنی اسی زمانہ میں) اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیلخانہ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھا دیکھتا ہوں کہ (جیسے) شراب نچوڑ رہا ہوں

وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ

دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوچ نوچ کر) کھاتے ہیں

نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلایئے　　آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں

رہائی کے انتظامات

اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساقی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانہ بھیجے گئے۔ ساقی کا نام بندار تھا اور باورچی کا نام مجلث تھا۔ ان پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی۔ قید خانہ میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی بہت شہرت تھی۔ سچائی امانت داری، سخاوت، خوش خلقی، کثرت عبادت، خدا ترسی علم و عمل تعبیر خواب، احسان و سلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے جیلخانہ کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیر خواہی ان سے مروت و سلوک ان کے نفع بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دلداری ان کے بیماروں کی تیمارداری، خدمت اور دوا دارو بھی آپکا شغل تھا

یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا۔ پھوپھی کی محبت باپ کا پیار، عزیز کی بیوی کا عشق، سب مجھے یاد ہے اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساقی نے تو دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔ ابن مسعود ؓ کی قرأت میں خمرا کے بدلے لفظ عنباً ہے اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہی ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا ..... انگور کی بیل بوٹی ہے۔ اسمیں خوشے لگے ہیں، اس نے توڑے ہیں۔ پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے

کہ بادشاہ کو پلائے۔ یہ خواب بیان کرکے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے؟

اللہ کے پیغمبر نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیلخانہ سے آزاد کر دیا جائیگا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے آ آکر اسمیں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ درحقیقت انھوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹا خواب بیان کرکے تعبیر طلب کی تھی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تمکو کھانے کے لئے (جیلخانہ میں) ملتا ہے میں اسکے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تمکو بتلا دیا کرتا

ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے ان (بزرگوار) باپ داداوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم

وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ

اور اسحق (ع) کا اور یعقوب (ع) کا (ہم کو کسی طرح) زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئے کو شریک (عبادت) قرار دیں (اور) یہ (عقیدہ توحید) ہم پر اور (دوسرے)

اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝

لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس نعمت کا شکر (ادا) نہیں کرتے۔

تعبیر خواب

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتلانے میں مجھے کوئی بخل نہیں۔ اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمھیں وہ بتلا دونگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فرمان اور اس وعدہ سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تنہائی کی قید میں تھے۔ کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا۔ اور ایکدوسرے سے مل سکتے تھے اسلئے آپ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کرکے دونوں خوابوں کی پوری تعبیر بتلائی گئی ابن عباسؓ سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے۔ پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم خدائے تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ خدا کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں۔ میں نے خدا کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں۔ خود میرے باپ دادا خدا کے رسول تھے۔ ابراہیم، اسحٰق، یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا پیرو رہے خدا کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑلے، گمراہوں کی راہ سے منہ پھیر لے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسکے دل کو پر نور اور اسکے سینے کو معمور کر دیتا ہے۔ اسے علم وعرفان کی دولت سے مالامال کر دیتا ہے۔ اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے۔ اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے۔

ہم جبکہ راہ راست دکھا دیئے گئے، توحید کی سمجھ ہمیں دیدی گئی، شرک کی برائی بتادی گئی۔ پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم خدا کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کرلیں۔ یہ توحید اور یہ سچا دین اور یہ خدا کی وحدانیت کی گواہی، یہ خاص خدا کا فضل ہے جسمیں ہم تنہا نہیں

بلکہ خدا کی اور مخلوق بھی شامل ہے۔ ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب براہِ راست خدا کی وحی آئی اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں، خدا کی اس زبردست نعمت کی جو خدا نے ان پر رسول بھیجکر انعام فرمائی ہے ناقدری کرتے ہیں اور مان کر نہیں دیتے بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ دادا کو بھی باپ کے حکم میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کی

يَٰصَٰحِبَيِ ٱلسِّجْنِ ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ ٱللَّهُ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّارُ ۝

اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا (جواب دو کیا کہتے ہو؟)

مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ

تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جنکو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے آپ (ہی) ٹھیرا لیا ہے۔

ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ

خدائے تعالےٰ نے تو (ان کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل (نقلی یا عقلی) بھیجی نہیں (۹) حکم دینے کا اختیار صرف خدا ہی کا ہے۔ (اور) اسی نے یہ

إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو۔ یہی (توحید) کا سیدھا طریقہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دین قیم کی تشریح

یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ نے انکو تعبیر خواب بتا دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے انھیں توحید کا وعظ دے رہے ہیں اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ خدائے واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جسکے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز اور لاچار و بے بس ہے جسکا شریک اور ساجھی کوئی نہیں۔ جسکی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے۔ وہی ایک بہتر یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارہ بہت سے معبود بہتر؟

پھر فرمایا تم جن جن کی پوجا کر رہے ہو بے سود ہیں یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی اپج ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس کے مریض تھے لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے، اس کی کوئی دلیل عقلی و نقلی دنیا میں خدا نے بنائی ہی نہیں، حکم و تصرف، قبضہ و قدرت کل کی کل اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اسی نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے رک جانیکا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے۔ دین مستقیم یہی ہے کہ خدا کی توحید ہو اسکے لئے ہی عمل و عبادت ہو، اسی خدا کا حکم اس پر بیشمار دلیلیں موجود لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے جاہل ہیں، نادان ہیں، توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے۔ اسی لئے اکثر شرک کے دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود انبیاء کی زبردست خواہش کے انھیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑ دینے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ انہیں سے ایک کیلئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے لیکن اس کی کیا ضرورت ہے خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ خدا کے پیغمبرؑ ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بتا رہے کہ انھوں نے آپکی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات

ع ایک نبی اور عام انسان میں یہی فرق ہے کہ نبی نازک اوقات میں بھی دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے فریضہ سے غافل نہیں ہوتا بھلا دیکھئے جیل کی زندگی سخت اوقات اور کتنے کٹھن حالات ہیں جیسی یوسفؑ بتلا ہیں۔ لیکن ان تمام کشمکشوں کے باوجود وہ اپنے اصل احکام یعنی دعوت و تبلیغ سے قطعاً غافل نہیں ہیں ۲ —— انظر شاہ کشمیری۔

پوچھی۔ آپ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی۔ اور دین اسلام اُن کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا۔ کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ انہیں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے، بات کو سوچیں گے، دلیل پر غور کریں گے، حق کو قبولیت کے کانوں سے سنیں گے۔

جب آپ اپنا فرض ادا کر چکے، احکام خدا کی تبلیغ کر چکے تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ نے اُن کا جواب شروع کیا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا

اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (جرم سے بری ہو کر) اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلایا کرے گا اور دوسرا

الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝

(مجرم قرار پاکر) سولی دیا جاوے گا اور اس کے سر کو پرندے (نوچ نوچ) کھاوینگے جسکے بارہ میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا۔

خواب کی تعبیر

اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ان پیغمبران کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیری خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ ہو جاوے اور بوقت پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے۔ بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائیگا یہ دراصل اس خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے خود کو دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اسکے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اُسے سولی دی جائیگی اور پرند اُسکا دماغ اور بھیجا پھر ساتھ ہی فرمایا کہ اب یہ ہو کر ہی رہیگا۔ اسلئے کہ جبتک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ عہ کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔ آپنے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہیگا اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اس کی تعبیر بھی دیدی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے۔ جبتک اس کی تعبیر نہ دیدی جائے۔ جب تعبیر دیدی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے۔ مسند ابویعلی میں مرفوعاً روایت ہے کہ خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اسی کے لئے ہے۔

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ

اور جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا

فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝

پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف کا) تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو (اس وجہ سے) قید خانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا

ایک کوشش

جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیلخانہ سے آزاد ہونیوالا سمجھا تھا اس سے پوشیدگی میں کہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا لیکن یہ اس بات کو بھول ہی گیا۔ یہ بھی ایک شیطانی چال تھی کہ جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانہ ہی میں رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فَاَنْسٰىهُ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے گو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباسؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے تو جیلخانہ میں اتنی لمبی مدت نہ گذارتے انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے امداد و تعاون چاہا۔ یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ہیں حسن اور قتادہ سے مرسلاً مروی ہے گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ واللہ اعلم

عہ اور ہو سکتا ہے کہ خواب کی یہ تعبیر یوسف علیہ السلام کو وحی یا الہام کے ذریعہ بتائی گئی ہو اسلئے کہ آپکو اس کے واقع ہونے کا قطعی یقین حاصل ہو۔ ۱۲

بعض نے لفظ بضع تین سے نو تک کیلئے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی، ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانہ میں گزارے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ

اور بادشاہ (مصر) نے کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں۔ اور سات

سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ ۖ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّؤْيَا

بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں۔ اے درباروالو! اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میرے

تَعْبُرُونَ ۝ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۝

اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں۔ اور دوسرے ہم لوگ (کہ گو امور سلطنت میں ماہر ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۝

بھی نہیں رکھتے اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں کہ جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اسکو خیال آیا۔ میں اسکی تعبیر کی خبر

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَ

لائے دیتا ہوں ذرا آپ لوگ مجھ کو جانے کی اجازت دیجئے۔ اے یوسف! اے صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں انکو سات دبلی

سَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ۝

گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اسکے علاوہ (سات) خشک بھی ہیں تاکہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں (اور بیان کروں) تاکہ ان

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا

لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تم سات سال متواتر (خوب غلہ) بونا پھر جو فصل کاٹو اسکو بالوں ہی میں رہنے دینا (تاکہ گھن نہ لگ جائے) ہاں مگر تھوڑا سا جو

قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا

تمہارے کھانے میں آوے)۔ پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس ایسے سخت (اور قحط کے) آوینگے جو اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جاوینگے جسکو تم نے ان برسوں کے

قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ

واسطے جمع کر رکھا ہوگا۔ ہاں مگر تھوڑا سا (جو بیج کے واسطے) رکھ چھوڑو گے۔ پھر اس (سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب

فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ۝ ع ٧ / ١٦

بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے (اور شرابیں بنویں گے)

بادشاہ کا خواب، اس کی تعبیر اور ضروری انتظامات کا مشورہ

خدا نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے بعزت و اکرام، پاکیزگی، برأت اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ حیران ہو گیا۔ دربار منعقد کیا اور تمام امراء، رؤساء، کاہن، منجم، علماء اور خواب کی تعبیر بیان کرنیوالوں کو جمع کیا اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی۔ لیکن کسی کی سمجھ میں

پہنچ نہ آیا اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے یہ تو یونہی پریشان خواب خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔

اس وقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آگئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں۔ اس علم میں انکو کافی مہارت ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیلخانہ میں سزا بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی۔ اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد اسے یاد آگیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو۔ یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانہ میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اس نے اللہ کے محترم نبی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ اُمَّۃٍ کی دوسری قرأت میں اُمَّہٍ بھی ہے اسکے معنی بھول کے ہیں۔ یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔

دربار سے اجازت لیکر یہ چلا۔ قید خانہ پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا اے سچے یوسفؑ بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے اسے تعبیر کا اشتیاق ہے تمام دربار بھرا ہوا ہے، سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جاکر انھیں سنا دوں اور سب معلوم کرلیں۔ آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولا رہا۔ باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا۔ نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیلخانہ سے آزاد کیا جائے۔ بلکہ بغیر کسی تمنا کے اظہار اور بغیر کسی الزام کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی۔ اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتادی۔ فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی۔ خوب خوشحالی ہوگی غلے، کھیت، باغات خوب پھلیں گے۔ یہی مراد سات ہری بالوں سے ہے، گائیں، بیل ہی ہلوں میں جتتے ہیں انکے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے۔ اب ترکیب بھی بتلادی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے اسے بطور ذخیرہ کے جمع کر لینا اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تاکہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو۔ ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق لے لینا۔ لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے۔ ان سات برسوں کے گذرتے ہی اب جو قحط سالی شروع ہوگی وہ برابر سات سال تک متواتر رہے گی۔ نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی یہی مراد ہے سات دبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے رہوگے یاد رکھنا انمیں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئیگا۔ تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی۔ آپنے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنادی کہ ان سات سال کی خشک سالیوں کے بعد جو سال آئیگا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا۔ خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہونگی ریل پیل ہوجائیگی اور تنگی دور ہوجائیگی اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑینگے جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہوجائینگے کہ خوب دودھ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ (چنانچہ یہاں سے قاصد چلا)، پھر جب ان کے پاس (وہ) قاصد پہنچا (اور پیغام دیا) تو آپ نے فرمایا کہ

بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ○ قَالَ مَا

تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کرکہ ان کو خبر ہے ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا رب ان

خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدتُّنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ

عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔ کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف (علیہ السلام) سے اپنے مطلب کی خواہش کی۔ عورتوں نے جواب دیا حاشا للہ ہم

مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن

کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی۔ عزیز کی بیوی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہو ہی گئی۔ میں ہی ان سے اپنے مطلب کی

نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ○ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ

خواہش کی تھی اور بیشک وہی سچے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تاکہ عزیز کو (زائد یقین کے ساتھ) معلوم ہو جاوے کہ میں نے اس کی عدم

وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ○

موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا

لطیفۂ قدرت، یوسف علیہ السلام کی رہائی اور زلیخا کا اعتراف جرم

خواب کی تعبیر معلوم کرکے جب قاصد لوٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آگیا ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں، خواب کی تعبیر میں تو آپ کو کمال حاصل ہے، ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق والے، حسن تدبیر والے، اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں۔ اب اُسے شوق ہوا کہ خود آپ سے ملاقات کرے۔ اُسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے آزاد کرکے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپکے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپنے فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جبتک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ معلوم نہ کرلیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات میری طرف لگائی گئی ہے، اس میں صداقت کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید بھگتنا واقعی کس جرم کی بنا پر تھا؟ یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاکر میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپ کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے۔ صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں۔ جبکہ انھوں نے فرمایا تھا کہ میرے رب مجھے اپنا مردوں کا جلانا مع کیفیت دکھلا (یعنی جب ہم خدا کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کرسکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب مزید اطمینان کے لئے تھی نہ کہ بطور شک۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینان قلب کے لئے ہے۔ اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ چاہنے لگے۔ اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیلخانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری آزادی کا پیغام لاتا تو میں اسی وقت جیلخانہ سے آزادی منظور کرلیتا۔ عہ مسند احمد میں اسی آیت فَاسْئَلْهُ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا۔ اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔

مسند عبدالرزاق میں ہے آپؐ فرماتے ہیں واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے اللہ انہیں بخشے۔ دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آکر آپؑ سے تعبیر پوچھتا ہے آپؑ فوراً بغیر کسی شرط کے بتلا دیتے ہیں۔ اگر میں ہوتا تو جب تک جیلخانہ سے خود کو آزاد نہ کرالیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے۔ اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد انکی رہائی کا پیغام لیکر پہنچا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں، جبتک کہ میری پاکیزگی، پاکدامنی اور بیقصوری سب پر تحقیق سے نہ کھل جائے۔ اگر میں انکی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازہ پر پہنچتا۔ یہ روایت مرسل ہے۔

اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی۔ ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گذری تھی۔ سب بیان کرو۔ انھوں نے جواب دیا کہ حاشا للہ یوسف علیہ السلام پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سروپا تہمت ہے۔ واللہ ہمکو خوب معلوم ہے کہ یوسفؑ میں کوئی بدی نہیں۔ اسوقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہوگیا، واقعہ کھل گیا، حقیقت واضح ہوگئی، مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا۔ اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی۔ اسمیں وہ بالکل سچا ہے، میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاوند یہ بھی جان لیں کہ میں نے اسکی کوئی خیانت دراصل نہیں کی۔ یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی۔ بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا۔ یہ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے۔ اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا۔ اُن کی دغابازی کوئی پھل نہیں لاتی۔ (الحمد للہ بارہواں پارہ ختم ہوا)

عہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات آپکی فطری تواضع کے آئینہ دار ہیں، ورنہ آپنے وہ مصائب اٹھائے ہیں جن مصائب سے شاید کسی نبی کو نہ گذرنا پڑا ہو۔ ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

(راقم اختر چودھری)